بیادِ امامِ اہلِ سنت مجدد و ملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی

افکارِ رضا

ممبئی

یہ امر واقعہ ہے کہ مسلک اہلسنت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و دینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکز فکر ہے۔ انہوں نے اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک و صاف کر دیا ہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہل حق کی علامت بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلہ میں اپنی دینی اور جماعتی شناخت کے لئے ہمارے پاس "بریلوی" کے لفظ سے زیادہ جامع اور مختصر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔ اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے علاحدگی یہی مسلک اعلیٰ حضرت کی تعبیر ہے۔

علامہ ارشد القادری

تحریکِ فکرِ رضا ۱۶۷، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ ممبئی ۴۰۰۰۰۸

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

سہ ماہی ممبئی

افکارِ رضا

جلد ۴ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء (۱۴) جمادی الآخر تا شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ شمارہ ۴

فہرست

شمار	عناوین		صفحہ

رابطہ کا پتہ : Correspondence Address :

تحریک فکر رضا TEHREEK-E-FIKR-E-REZA

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008. (INDIA)

اپنوں کے نام ایک پیغام

۱۹۹۸ء کا آخری حصہ گزشتہ چند سالوں کے مقابلے میں جلسوں، اجتماعات، اعراسِ بزرگانِ دین اور دستار بندی کیلئے گویا ایک امتیازی حیثیت کا حامل رہا۔ امسال عرسِ خواجہ غریب نواز (جو کہ ۷۸۶ واں ہونے کی نسبت سے بڑے ہی تزک و احتشام سے منایا گیا)، عرسِ برکاتی، دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی کے سنتوں سے مزین اجتماعات نیز بے شمار مخصوص پروگراموں نے سنی عوام کے دینی اور علمی شعور اور فکری بیداری کا سامان فراہم کیا۔ فلله الحمد وعلى حبيبه الف الف تحية و السلام! الحمدلله عزّو جل باطل فرقوں کے سامنے ٹھوس بنیادوں پر ہمارا کام بھی شروع ہو چکا ہے لوگوں کی اکثریت دین متین کی روشن راہ کی طرف راغب ہونے لگی ہے اور سب سے بڑھ کر فرقہائے باطلہ اور جماعت ناجیہ کے درمیان ایک خط مستقیم قائم ہو گئی ہے۔

لیکن آج میں جس چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ہے ہمارے اندر موجود تنقیدی مزاج۔ تنقید اگر تعمیری ہو تو وہ سنگ میل کا کام دیتی ہے ورنہ بے جا تنقیدوں سے قریہ کے قریہ تباہ ہو جاتے ہیں اور قوموں کا وجود صفحہ ہستی سے غائب ہو جاتا ہے۔ ہماری جماعت کے اکابر سے لیکر عوام الناس تک من جملہ تمام حضرات اس بیماری میں مبتلا نظر آتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ تنقید کا نشانہ اگر غیر بنیں تو کوئی حرج بھی نہیں، المیہ تو یہ ہے کہ یہ اپنوں کی تنقید اپنوں کیلئے ہی ہوتی ہے نشانہ بنتے ہیں ہمارے مشائخ، علماء، اکابر، تنظیمیں، ہمارے اجتماعات، ہماری مجالس وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کا تنقیدی مزاج آپ کو صرف ہماری ہی جماعت میں نظر آئیگا اور وہ بھی صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں سنی مسلمانوں کی یہی کیفیت ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ ففكروا فيه كثيرا! وارغبوا عنه!

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انبیاء علی نبینا و علیھم الصلوۃ والتسلیمات کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں اور نہ ہی خطا سے خالی۔ یہ بات اور ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی محض اپنے فضل و کرم سے

جسے چاہے خطا سے محفوظ فرمادے لیکن طریقہ یہ ہے کہ اس شخص کے کام کے فوائد کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جائے ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ خطا ایسی نہ ہو کہ جس سے شریعت محمدی علی صاحبہا الف الف تحیۃ والصلوۃ والتسلیمات پر کوئی ضرب آتی ہو۔ آپ دیکھیں کہ بدمذہب اس نقصان دہ تنقید سے اپنے آپ کو ظاہری طور پر کتنا دور بتاتے ہیں حالانکہ جماعتی سطح پر ان میں بھی ہزاروں اختلافات ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے اندر ہی اختلافات ہیں آپ اس بات کا خود ہی بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ طاہر گیاوی جیسا متصلب دیوبندی وہ شخص ہے کہ دار العلوم میں ہڑتال کرنے کے سبب خود دار العلوم دیوبند نے اس کا خارجہ کیا تھا۔ تبلیغی جماعت اور دیوبندیوں میں بھی اختلافات ہیں جبکہ دونوں ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں۔ دیوبندیوں اور جماعتِ اسلامی میں سخت اختلافات ہیں یہاں تک کہ جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کی گمراہیت کے فتاوے اکابر علماء دیوبند نے دیے ہیں۔ جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت کو جہاد کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہے، اس کے علاوہ دیوبندیوں اور غیر مقلدین میں بھی ہمیشہ آپس میں ٹھنی رہتی ہے۔ غرض یہ کہ سب کے سب تقویت الایمانی مسلمان ہیں پھر بھی ان میں اتنے شدید اختلافات ہیں۔ مگر آپ دیکھیں کہ عوامی سطح پر ان کا کیا کردار عمل ہوتا ہے ایک دوسرے کے سٹیجوں پر جانا، متحد ہو کر کام کرنا، کسی بھی مسئلہ کے خلاف ہم آواز ہو جانا وغیرہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مسلکی سطح پر کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ بلاشبہ الکفر ملۃ واحدہ کفر ایک ملت ہے۔ سب کافر ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اسلئے ہم اہلسنت کی مخالفت میں سب ہی ایک ہیں لیکن ہماری جماعت میں یہ کیا کہ سبھی سنی ہیں پھر بھی ایک دوسرے سے دور ہیں، بد ظن ہیں، ناقابلِ اعتماد ہیں، شاکی ہیں، یہاں تک کہ سلام و کلام کے بھی روادار نہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ تبلیغی اجتماع میں جانے والے لوگ واپس آنے پر اجتماع کی قصیدہ خوانی میں رطب اللسان ہو جاتے ہیں مگر سنی اجتماع سے واپس آنے والے لوگ اجتماع میں ہوئی معمولی انتظامی غلطیوں، خامیوں کا پروپیگنڈا کرنے لگتے ہیں یا اگر سب کچھ ٹھیک ہو تو ایسا نہیں ایسا ہونا چاہیے تھا، کہنے لگتے ہیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے......؟ رضوی اشرفی معاملہ ہو یا علماء و مشائخ کی کوئی ذاتی چپقلش ہو آخر وہ کس طرح عوام کی نوک زبان پر آجاتی ہے؟ مشائخ کے سید ہونے یا نہ ہونے سے عوام کا کیا نقصان ہے؟ ایک مدرسہ کے طلبہ دوسرے مدارس کے طلبہ سے کیوں خار کھاتے

ہیں؟یوپی کا عالم ہونے کی کیا فضیلت ہے جو بہار کے عالم کو نہیں حاصل؟

مذکورہ اختلافات یا رنجشیں کسی بھی بناء پر ہوں اس سے جماعت اہلسنت کا کس قدر نقصان ہو رہا ہے شاید اس کا ہمیں اندازہ نہیں۔یا تو ہم نے جماعت کے حالات پر غور و فکر کرنا چھوڑ دیا ہے یا سب کچھ دیکھنے کے باوجود امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے سے ڈرتے ہیں۔ آج ہمارا جو اتحاد پارہ پارہ ہے وہ انہی حالات کی بناء پر ہے۔ علماء و مشائخ کے علمی یا فروعی اختلافات نے متعدد گروہ بنا لیے ہیں۔ایک پیر یا عالم کے مریدین و متوسلین معمولی اختلاف کو بھی انا کا مسئلہ بنا کر دوسرے پیر یا عالم کے مریدین و متوسلین سے سلام و کلام بند کر دیتے ہیں ، بلکہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔۔۔۔

ایسے حالات میں امت کس دھارے میں جائیگی کبھی ہم نے سوچا ہے؟ یہاں بدمذہبوں سے زیادہ آپس میں جنگ ہے اسی لئے دشمنوں کو خوب کھل کھیلنے کا موقع ہے۔ان فروعی اختلافات کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ اختلافات طاغوتی طاقتوں کے پیدا کردہ ہیں لیکن یہ بات غور طلب ہے۔اللہ کی راہ میں کام کرنے والے دل میں کینہ نہیں رکھتے اور کینہ، بغض و عناد ہی وہ عناصر ہیں جو انسان کی نفسیات کو اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس طرز پر سوچیں کہ طاغوتی طاقتیں کام بگاڑ رہی ہیں ورنہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اختلاف تبھی واقع ہوگا جب دین کے کام کے ذریعہ خود ستائش مقصود ہو اور اگر ایسا نہیں تو اختلاف ہی واقع نہ ہو۔اور آج کل اختلافات کی جڑ یہ ذاتی شہرت کی ہوڑ ہے۔

اب اوپر مذکورہ عبارت سے ہمیں اختلافات کی جڑ تو مل گئی اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم ان اختلافات کو دور کرنے میں کیا پیش قدمی کرتے ہیں تو اس بات کی طرف آمادہ کرنے کے لیے آیئے ہم اپنے آپ سے ایک سوال کریں: کیا غوث و خواجہ نے اسی دن کے لیے دین متین کی اشاعت میں انتھک کوششیں کی تھیں اور کیا ہم اپنی ان تخریب کارانہ حرکتوں سے اپنے ان بزرگوں کی خدمات کو فراموش نہیں کر رہے؟ تھوڑی دیر اس پہلو پر ٹھنڈے دل سے سوچ کر تو دیکھیں! واللہ العظیم طبیعت بے چین ہو اٹھے گی اور اگر دل مین رتی برابر بھی امانت داری رہ گئی ہو تو ضمیر چیخ چیخ کر آپ سے یہی فریاد کریگا کہ ظالم بدگمانیوں کے بھنور سے باہر نکل! اب جاگنے کی ساعت ہے! اب بھی نہ جاگا تو تو ھلاک ہو جائیگا! سوچو سوچو غوث و خواجہ کے نام پر نعرہ لگانے والو! نعرہ تو ان

کے نام کا لگاتے ہو اور انہیں کی دی ہوئی تعلیمات سے اس قدر بے خبر ہو؟ کیا ان کی تعلیمات صرف جلسوں جلوسوں میں بیان کرنے کی حد تک ہی رہ گئی ہیں؟ لم تقولون ما لا تفعلون؟ تم جیسے لوگوں کے لیے ہی بابا سعدی فرما گئے ہیں:

اے مرغ سحر عشق زپروانہ بیاموز! | کاں سوختہ راجاں شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بیخبر انند | آں را کہ خبر شد خبراش باز نیامد

یاد رہے تم کتنے ہی بڑے عالم ہو جاؤ اگر بزرگوں کے طریقہ کار کو ترک کرو گے تو پشیمانی ہی ہاتھ آئے گی۔ آج کسی قسم کا اسٹیٹمنٹ جاری کرنے سے قبل ہمیں اس بات پر صدہا مرتبہ غور کر لینا چاہیے کہ کہیں ہماری بات سے امت مرحومہ کا شیرازہ تو شش وپنج میں نہیں پڑ جائے گا؟

ہمیں ہر لمحہ بیدار رہتے ہوئے جماعت میں انتشار پھیلانے والے طاغوت کے ایجنٹوں پر نظر رکھنی ہے ان کی ہر سازش کو ناکام بنانا ہے (عموماً ہم اس وقت جاگتے ہیں جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے) باطل فرقہ کا کوئی بھی نیا حربہ سامنے آئے اس کے توڑ کیلئے، سدّباب کیلئے ہمیں کمر بستہ ہو جانا ہے۔ آج بدمذہبوں کے مختلف گروہوں نے عوام کو گمراہ کرنے کیلئے خوشنما جال بچھا رکھے ہیں۔ ہمیں ہر اس گروہ کا اُسی طرز میں جواب دینا ہوگا۔ افسوس یہ ہے کہ کسی بھی بدمذہب باطل فرقہ میں اضافہ ہوتا ہے تو ہم اہلسنت کا ہی نقصان ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک دنیا میں پیدا ہونے والا ہر فرد دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اسی لئے کوئی شخص پیدائشی وہابی، رافضی، قادیانی...... نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو لوگ باطل کے شیش محل سے متاثر ہوں یا دامِ فریب میں الجھتے نظر آئیں انھیں آپ اپنے سے کاٹ کر نہ رکھ دو۔ اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ کسی کافر کو اسلام کی دعوت دینے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے کسی بھٹکے ہوئے بھائی کو سیدھا سچا راستہ دکھلا دیا جائے۔ پھر اللہ سے اس کے لیے نیک توفیق کی دعا کی جائے لیکن نیک بات پہنچانا چونکہ ہر دین دار مسلمان کا فرض ہے اس لیے سادہ لوح مسلمانوں کو باطل طاقتوں کا شکار نہ بننے دیا جائے۔ تبلیغی جماعت میں جانے والوں کی اکثریت کم علم اور سادہ لوح ہوتی ہے اس لئے ان پر فوراً وہابیت کا لیبل لگا کر اپنے سے علیحدہ نہ کر دو، ان سے امتیاز نہ برتو جبتک یہ پرکھ نہ لو کہ وہ گستاخانِ رسول ﷺ کی صفوں میں شامل ہو گئے ہیں یا نہیں۔ اگر ہم پہلے ہی انھیں جھڑک دیں اپنے سے دور کر دیں تو ان کے تشنہ سوالوں کے جواب نہیں دے سکیں گے۔ ان کے ذہن میں بدمذہبوں کے پیدا کردہ شکوک و

شبہات کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ راہِ راست پر آجائیں ورنہ ہمارے غلط رویے سے وہ ہمیشہ کیلئے دور ہو جائیں گے۔ ہر شخص کو پختہ سنی بنانا ہماری سب سے پہلی ذمہ داری ہے تاکہ وہ کسی بھی فرقہ کے فریب میں نہ آسکیں۔ عوام سے صرف نعرہ لگوا کر سنیت کا تحفظ نہیں کیا جاسکتا نہ اس طرح سنیت مستحکم ہو سکتی ہے۔ ہمیں ہر سنی کا احترام کرنا ہے ہر سنی ہمارا بھائی ہے۔ جب تک وہ سنی ہے ہمیں ہر جائز معاملہ میں اپنے سنی بھائیوں کی مدد کرنا چاہیے۔ سنیت کا رشتہ چونکہ ایمانی رشتہ ہے اسلئے اسے ہر رشتہ سے مضبوط ہونا چاہیے۔ ہماری جماعت کو کوئی بھی مسئلہ درپیش آئے اس وقت ہمیں اپنے فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھکر ایک ہو جانا ہے۔

آخر میں اقبال کے اس شعر پر اختتام کرتا ہوں کہ:

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین !وما علینا الا البلاغ!

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

اعلیٰ حضرت بریلوی کے مستفتی

علّامہ قاضی محمد غلام ربّانی چشتی

تحریر و تحقیق: سید صابر حسین شاہ بخاری۔ برہان شریف، پاکستان

حضرت علامہ قاضی محمد غلام ربانی بن قاضی نادر دین بن قاضی جنگ باز قدس سرہم تقریباً ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۱ء میں علاقہ چھچھ کے مشہور قصبے شمس آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء واجداد اُپر تناول ہزارہ سے نقل مکانی کر کے موضع نقارچیاں علاقہ چھچھ میں آباد ہوئے۔ اس کے بعد آپ کے دادا موضع نقارچیاں سے شمس آباد میں آکر آباد ہوئے۔

حضرت علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ اور آپ کے برادر اکبر حضرت علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور پھر اسی دور کی علاقائی درس گاہوں میں تحصیل علم کے بعد یوپی کا رخ کیا اور مدرسہ عالیہ رامپور کے جلیل القدر اساتذہ سے علم کی تکمیل کی۔ ان اساتذہ میں حضرت مولانا فضل حق رامپوری، مولانا ابو طیب مکی اور مولانا منور علی شامل تھے۔ سند فراغت کے بعد آپ اپنے برادر اکبر علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ کے ہمراہ ڈھاکہ بنگال چلے گئے۔ وہاں آپ ایک اسلامیہ کالج میں عربی لکچرار کی حیثیت سے بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور ساتھ ہی دینی واصلاحی کاموں میں مصروف رہے۔ ڈھاکہ، سلہٹ، میمن سنگھ اور تپرہ میں اسلامی دعوت کا کام کرتے رہے۔ بنگال میں دس پندرہ سال کے عرصے میں وعظ وہدایت میں اتنے مشہور ہوئے کہ "مولانا پنجابی" کے نام سے معروف ہوگئے۔ آپ کی دعوت رشد وہدایت کی بدولت ہزاروں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت توبہ کی اور کئی غیر مسلم خاندان مشرف بہ اسلام ہوئے۔......[۱]

آپ کے فرزند قاضی محمد یونس صاحب فرماتے ہیں:

"والد صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۳۴ء سے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ سے ان کا خاص تعلق شروع ہوا اور جب بنگال سے وطن آتے تو بڑی محبت سے حاضری دیتے۔ آپ کو حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ سے بہت گہری عقیدت تھی اور

مرید خاص تھے۔ قبلہ پیر صاحب نے آپ کو متعدد اوراد و ظائف کی اجازت عطا فرمائی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت و خلافت کی سعادت سے بھی سر فراز فرمایا اسی لئے آپ اپنے نام کے آخر میں "چشتی" لکھا کرتے تھے۔ میں نے بچپن میں کئی مرتبہ اپنے والد گرامی کی معیت میں گولڑہ شریف حاضری دی ہے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے وصال باکمال کے بعد بھی کئی دفعہ مجھے گولڑہ شریف جانے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ حضرت قبلہ بابوجی قدس سرہ بڑی شفقت سے پیش آتے اور فرماتے تھے:

"آپ کے والد ماجد (قاضی محمد غلام ربانی) بہت بڑے عالم، زاہد اور عابد تھے۔" اسی طرح والد گرامی جب دریا شریف (حضرو) جاتے تو آپ کے بھانجے حضرت قبلہ عالم الحافظ محمد عبدالغفور المعروف باباجی صاحب قدس سرہ اپنی مسند چھوڑ دیتے اور آپ کے جوتے اٹھا لیتے تھے اور دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ غرضیکہ آپ کا بہت زیادہ احترام فرماتے تھے۔"......۲۔

حضرت علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ کا حلقہ اثر بہت وسیع تھا۔ بنگال میں سلہٹ، کومیلہ، چھپرہ ڈھاکہ، میمن سنگھ کے علاقوں میں آپ کے تقریباً پچاس ہزار سے زائد مریدین تھے۔

آپ نے ساری زندگی ایک درویش منش کی حیثیت سے گذاری۔ اپنے سارے کام خود کرتے تھے۔ بچوں کی موجودگی میں بھی خود کام کرنے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔ لباس و خوراک اور رہن سہن میں بالکل میانہ روی سے کام لیتے۔ نمود و نمائش کے بالکل خلاف تھے اور ملنے والوں کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ انگریزی وضع قطع کے سخت خلاف تھے۔ نہایت نڈر اور بیباک تھے۔ ہزاروں کے مجمع میں انگریزوں کے بارے میں فرماتے کہ "ان کی بودیاں کاٹ دو۔"

آپ ہنس مکھ، کشادہ دل، مہمان نواز اور نہایت فیاض تھے۔ آپ کا دستر خوان بہت وسیع ہوتا تھا۔ دس بیس آدمی اکثر اوقات آپ کے کھانے میں شریک ہوتے۔ طلباء سے بہت محبت فرماتے۔ حتیٰ کے کئی طالب علموں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

۱۹۴۰ء میں آپ وطن واپس آگئے تھے اور اپنا زیادہ وقت اوراد و ظائف میں گزارتے تھے۔ حزب البحر کے عامل تھے۔ سفر و حضر میں اس کا وظیفہ کرتے تھے۔ سر پر اکثر سنت کے مطابق عمامہ باندھتے۔ نماز تہجد پابندی سے پڑھتے تھے بلکہ شب بیداری تو آپ کے معمولات میں شامل تھی۔ ایک مرتبہ عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ کبھی تصویر نہ کھینچوائی۔ آپ رزق حلال پر زور دیتے تھے اور اکثر فرماتے تھے

:"باپ دادا کے طرز عمل پر چلو۔" ان کے بھتیجے مولوی قاضی محمد زاہد الحسینی اپنے والد گرامی علامہ قاضی غلام گیلانی کی وفات کے بعد دیو بند چلے گئے تھے بعد ازاں وہ اس ے خانہ کے ساقی نہ رہے تھے یعنی "راہ ورسم منزل ہا" سے ہٹ گئے تھے۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ جس موضوع پر بولتے دریا بہادیتے تھے۔ قادیانیوں شیعوں ،وہابیوں اور دیگر بدمذہبوں کو آپ نے للکارا۔ کوئی بھی آپ کے سامنے آنے کی جراُت نہ کر سکا۔ آپ کی بہت بڑی لائبریری جس میں کئی نادر ونایاب کتب تھیں آپ کے وسعت مطالعہ کی مظہر تھیں۔ آپ اردو، فارسی، عربی اور بنگالی زبان میں دسترس رکھتے تھے۔ نعت گوشاعر بھی تھے لیکن افسوس آپ کا کلام محفوظ نہ رہ سکا......۳۔

جہاد بالقلم میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اب تک آپ کی جن کتابوں کے نام معلوم ہوئے ہیں وہ یہ ہیں: ۔

☆ جامع الکلام فی بیان المیلاد والقیام ☆ فوز المرام فی بیان خاوی عشر لغوث الانام ☆ الدلیل المبین فی اعراس الصالحین والعابدین ☆ البیان فی اخذ الاجرۃ علی الاذکار و تلاوۃ القرآن ☆ التحقیق الصواب فی مسئلۃ المحراب ☆ مواہیر العلماء فی حرمۃ المزامیر والغناء......۴۔ ☆ تجنیۃ الھالک علی مسلک امام مالک ☆ تفسیر ربانی......۵۔ ☆ ضمیمہ تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی (فارسی) ☆ ردّ قادیانی (عربی)......٦۔

آپ کے برادر اکبر علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ کی وفات سے چار ماہ قبل چھچھ کے علماء کرام کا ایک عظیم الشان اجتماع حضرو شہر میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں آپ نے اپنے بھائی کی طرف سے شرکت فرمائی۔ معاصر ہفتہ وار اخبار "الفقیہ" نے اس کی روداد نقل کی ہے:

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ علامہ تاہنوز (۱۹۳۰ء) مذاہب باطلہ واہل ابتداع سے بالکل بری وپاک ہے۔ علاقہ چھچھ کے باشندے سب پکے حنفی اور عامل بالفقہ ہیں۔ وہابیت اور مرزائیت کا یہاں نام ونشان نہیں اگر کسی کو وہابی کہا جائے تو کفر سے بدتر سمجھتا ہے۔ مرزائی ہمارے علاقے کو افغانستان سے کم نہیں سمجھتے۔ یہ سب کچھ بطفیل علمائے کرام وصوفیائے عظام ہے۔ ہر قریہ اس علاقہ کا عالم اہل سنت والجماعت سے خالی نہیں بلکہ ائمہ مساجد بھی ضروریات دین وعقائد سنیہ سے باخبر ہیں جیسا کہ ہونا ضروری ہے۔ صرف حضرو جو کہ اس علاقے کا مرکزی قصبہ ہے شور خلافت کے فرو ہونے کے بعد جب کہ خلافتیان

اس قصبہ کا حصول نقود وغیرہ کے لئے کچھ مشغلہ نہ رہا تو ایک انجمن موسوم بہ "انجمن تبلیغ الاسلام" قائم کی جو کہ در حقیقت انجمن مانعین الخیر والصدقہ ہے۔ یعنی مطمع نظر و مقصد اہم اس انجمن والوں کا انسداد خیرات والصدقات برائے اموات ہے اور واسطے تکمیل اس غرض کے مولوی عطاء اللہ صاحب گجراتی مدعو کئے گئے۔ مولوی صاحب موصوف کے متواتر واعظ و تقاریر کا یہ اثر ہوا کہ سب باشندگان حضرو نے مولانا کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ ہم ہرگز مردہ کے واسطے کسی قسم کا صدقہ طعام نہ دیں گے اور پھر حیلہ اسقاط جو کہ حسب تصریحات فقہاء فدیہ فرائض متروکہ کا بن سکتا ہے بند کر دیا اور علماء صدقہ کے حق میں طرح طرح کے ہتک آمیز کلمات بولے گئے۔ العیاذ باللہ۔

خدا خبر کہ مولوی عطاء اللہ صاحب کو علماء چھچھ سے کیا دشمنی تھی کہ عوام کالانعام کو علماء کی تذلیل و تحقیر پر آمادہ کر دیا۔ مگر الحق یعلو ولا یعلیٰ ہے علماء علاقہ نے بالاتفاق یہ تجویز منظور کی کہ موضع حضرو میں مولوی عطاء اللہ صاحب اور ان کے اتباع کے عقائد کی براہین قاطعہ اور ادلہ ساطعہ سے تردید کی جاوے۔ لہٰذا آئندہ جمعہ ۲۵ رجب ۱۳۴۸ھ (بمطابق دسمبر ۱۹۲۹ء) کو موضع حضرو میں باستدعا مولوی محمد غوث صاحب ساکن دریا سب علماء چھچھ جمع ہوئے جن میں سے فضلاء مسطورہ ذیل قابل ذکر ہیں:

جناب مولانا قطب الدین صاحب غورغشتی، مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی، مولانا سعد الدین صاحب جلالوی، مولانا عبداللہ جان صاحب جلالوی، مولانا عبدالقدیر صاحب بہبودی، مولانا سمندر صاحب بہبودی، مولانا سید عمر صاحب ساکن موسیٰ، مولانا غلام خان برہ زئی، مولانا غلام سرور صاحب برہ زئی، قاضی غلام ربانی شمس آبادی۔

انجمن والوں نے نہایت تگ و دو کے بعد مولوی محمد اسحاق صاحب ہزاروی مقیم راولپنڈی کو میدان میں حاضر کیا مگر مولوی صاحب موصوف جم غفیر علماء کی کس طرح مخالفت کر سکتے تھے۔ آخر انھوں نے بھی مجمع میں انجمن والوں کی پوری سرزنش کی اور علماء کے ساتھ اتفاق کر کے یہ کہا گیا کہ اگر مولوی عطاء اللہ صاحب نے خلاف علماء مجتہدین کچھ کہا ہے تو ہم پر مولوی صاحب کا اتباع لازم نہیں اور باتفاق علماء یہ فتویٰ دیا گیا کہ ہر صدقہ و خیرات نوافل مفید ہیں۔ حیلہ اسقاط مروجہ نہایت ضروری چیز ہے۔ منکر اس کا ظالم اور مبتدع ہے۔ البتہ بعض صورتوں میں خیرات نہیں ہو سکتی بلکہ ناجائز و حرام ہے یعنی مال یتیم سے یا بصورت عدم حضور بعض از ورثہ مال مشترکہ سے خرچ کرنا ممنوع و ناجائز ہے۔

اس کے بعد ساردا ایکٹ پر اظہار ناراضگی کی چند تقاریر کی گئی۔ ملخصاً

"مراسلہ نگار: مولانا عبدالحق غور غشتوی"......۷۔

علاقہ چھچھ پھر ایک مرتبہ وہابیوں کے نرغے میں آیا ہوا ہے۔ علمائے حق کو چاہیئے کے وہ اکٹھے ہو کر اس فتنہ کا سدباب کریں ورنہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر پچھتاوے کے سوا کچھ بھی باقی نہیں آئے گا۔ اللہ کرے ہمارے علماء پھر ایک دفعہ بیدار ہو جائیں۔

قاضی محمد یونس صاحب نے راقم سے زبانی گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

"میرے والد ماجد اگرچہ رام پور سے فارغ التحصیل تھے لیکن آپ کو امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ اعلیٰ حضرت سے آپ کی خط و کتابت بلکہ رابطہ باضابطہ تھا۔"......۸۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ کی تصنیف "جامع الکلام فی بیان المیلاد والقیام" اپنے موضوع پر نہایت ہی لاجواب اور بے مثال کتاب ہے۔ اس میں منکرین میلاد شریف کی خوب خبر لی گئی ہے۔ علماء دیوبند کے مولوی اشرف علی تھانوی کا تعاقب کرتے ہوئے یوں گرفت فرماتے ہیں:

"مولوی اشرف علی صاحب ہندی تھانوی نے اپنے فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم کتاب البدعات صفحہ ۷۵ میں غلاف خانہ کعبہ کو بوسہ تبرکاً دینا جائز لکھا ہے۔ اب یہ بدعت حسنہ نہیں تو کیا ہے۔ مگر مولوی صاحب سے تعجب ہے کہ کہیں کسی محدث کو جائز لکھتے ہیں اور کہیں ناجائز مثلاً قیام میلاد شریف کو ناجائز لکھا اور بوسہ غلاف کعبہ کو جائز لکھا۔ اگر جائز ہیں تو دونوں جس دلیل سے بوسہ جائز اسی دلیل س قیام بھی جائز ہے اور اگر ناجائز ہیں تو دونوں جس جس دلیل سے قیام ناجائز اسی دلیل سے بوسہ بھی ناجائز ہو گا۔ پھر وجہ تفریق مجرد تحریر و تقریر۔ ہاں اگر مولوی صاحب مذکورہ کا یہ مدعا ہے کہ لوگ فرض، واجب، سنت، مستحب عرفی شرعی یقین کریں گے۔ اولاً تو ان کو فہمائش ممکن ہے کہ ایسا اعتقاد نہ چاہیئے۔ ثانیاً یہ کس طرح معلوم ہوا کہ لوگ ضرور ایسا ہی اعتقاد کرتے ہیں۔

انّما الاعمال بالنیات، کسی کے دل کا حال معلوم کرنا کیونکر ممکن ہے اور حالانکہ خود مولوی صاحب مذکور دربارہ ذکر جہر و خفی اسی امدادیہ جلد ۴ صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں: و بعض المشائخ یختار اخفاء الذکر علی الجھر لا نہ ابعد من الریاء و ھذا متعلق بالنیۃ اخفاء الذکر میں ریاء کو متعلق بنیّت کیا اور قیام کو متعلق نہ ظاہر کیا۔ یہاں تعلیق قلبی کو کون سی دلیل مانع تھی اور اسی جلد کے صفحہ ۴۶

میں لکھا ہے پس ثابت ہوا کہ ذکر جہر ہر طور سے جائز ہے۔ کسی کو کسی طور سے منع نہ کریں۔ یہی ارجح واضح ہے۔ لکہ اگر عدم مشروعیت کو بھی ترجیح دی جاوے تب بھی عوام کو منع نہ کریں کہ اسی بہانہ کچھ خیر کر گزرتے ہیں۔"

اب غور کرنا چاہیئے کہ غلاف کعبہ کو بوسہ دینا اور ذکر کرنا کسی طور سے ہو یہ درست ہوا کہ کار خیر ہیں اور بطرف روضۂ مطہرہ ومدینہ منورہ کھڑے ہو کر دست بستہ الصلوۃ والسلام پکارنا یہ کار شر ہوا۔ انصاف چاہیئے۔؟ ملخصاً......۹۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے ہر باطل فرقہ خصوصاً فرقہ وہابیہ کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ آج تک ان کے ایوانوں میں ایک زلزلہ بپا ہے۔ علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ نے بھی فرقہ وہابیہ کے رد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اپنی ایک تصنیف میں "تقویۃ الایمانی توحید" پر تبصرہ کرتے ہیں شعلہ افشانی کرتے ہیں اور نشتر لگانے کے لئے کلام رضا کا سہارا لیتے ہیں۔ ذرا یہ نظارہ بھی دیکھتے جائیں:

"یہ طائفہ نجدیہ وگروہ وہابیہ آن ﷺ کی ہتک شان کے درپے باتباع نجدی علیہ ماعلیہ رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ﷺ کو بڑے بھائی کے برابر جانتے ہیں، اپنے باپ دادا سے کم سمجھتے ہیں اور حدیث لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ الناس اجمعین کو بالائے طاق رکھ دیا اور حضرت ﷺ کے علم کو ایک ادنیٰ درجہ کے علم کے برابر جانتے ہیں "شعر تف نجدیت۔

تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف — کافر اِدھر کی ہے نہ اُدھر کی اُدھر کی ہے
حاکم حکیم دادو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں — مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے
شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو — کیا قدر اس خمیرۂ ماؤ مَدر کی ہے
نور اللہ کیا ہے محبت حبیب کی — جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک وخر کی ہے
ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو! — واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے
بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے — حاشا غلط، غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
مقصود یہ ہیں آدم ونوح وخلیل سے — تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے
ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ — لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز	اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے	اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے
ہاں تونے ان کو جان، انھیں پھیر دی نماز	پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں	اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

...۱۰ـ

سرزمین چھچھ سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو مجدد دین وملت تسلیم کرنے والوں میں دونوں بھائی علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ اور علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ سرفہرست ہیں۔ دونوں نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کئی استفتاء بھیجے اور اعلیٰ حضرت سے نہ صرف اپنی محبت کا اظہار فرمایا بلکہ آپ کو تحریراً "مجدد مائۃ حاضرہ" بھی تسلیم فرمایا۔

علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہ ایک استفتاء کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں:

"الاستفتاء فی حضرت مجدد المایۃ الحاضرہ الفاضل البریلوی غوث الانام مجمع العلم والحلم والاحترام امام العلماء ومقدام الفضلاء لازال بالافادۃ والعز والاکرام"......۱۱ـ

اسی طرح آپ کے برادر اصغر علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ ایک استفتاء کے آغاز میں فرماتے ہیں:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین خصوصاً حضرت عالم اہل سنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم" اور آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

"عریضہ نیاز فقیر خادم دربار محمد غلام ربانی"......۱۲ـ

مستفتی نے اعلیٰ حضرت سے جہاں اپنی محبت اور نیاز مندی کا اظہار کیا ہے وہاں آپ کی عظمت کا اعتراف بھی مترشح ہے۔

ضلع کیمبل پور (اب ضلع اٹک) کے پچاس ساٹھ موضع اور پشاور کے دس بیس موضع میں بسنے والے مسلمان میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کو کھودنے والے جملہ آلات قبر کے اوپر ایک طرف سے دوسری طرف پھینکتے تھے۔ اس طرح کرنے سے ان کا خیال تھا کہ میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ نے اس بدعت کے خلاف یہ استفتاء اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ فتویٰ صادر فرمایا۔ جواب میں ایک جگہ فرمایا:

"غرض جہل عجیب چیز ہے، اس کے رد میں اطالت سے زیادہ وقت عزیز ہے، ہاں اس سے اوسکا عبث ہونا زیادہ واضح ہوگیا کہ اوس کے حامی بھی کوئی فائدہ نہ بتا سکے، ناچار مضحکہ تراشا اور عبث۔ بجائے خود بیہودہ ہے نہ کہ قبر و میت کے ساتھ کہ محل تذکر و اعتبار ہیں۔ نہ کہ جائے لغویات بے کار۔ ایسی ہی جگہ کے لئے ارشاد ہدایہ و درر و غنیۃ تقریر کفایہ و عنایہ و فتح القدیر ہے۔ العبث خارج الصلوٰۃ حرام فماظنك فی الصلوٰۃ۔ پھر اس عبث مبغوض کو دین میں نافع اور میت سے عذاب کا دافع سمجھ کر کرتے ہیں۔ یہ قطعاً شرع میں زیادت و اختراع و شنیع ابتداع ہے اور حدیث کے نام سے جو عبارت پیش کی، ساختہ کذاب و ضاع ہے۔ جاہل کو عبارت بنانی بھی نہ آئی۔ یا اجہلوں نے اپنی جہالت بڑھائی۔" ۱۳ـ

چنانچہ پھر آپ اور آپ کے برادر اکبر علامہ قاضی غلام گیلانی نے اس بدعت کے خلاف تقاریر کیں اور اشتہار جاری کئے کہ کوئی آدمی اس رسم کا ثبوت شرعی دکھائے تو اسے ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اس طرح یہ بدعت دم توڑ گئی۔ ۱۴ـ

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہٗ نے اسی طرح ایک دوسرا استفتاء بھی ایک بڑا فتنہ و فساد دور کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے بے مثال جواب دیا جو دیدنی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے استفتاء اور اس کے جواب کا خلاصہ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ از موضع شمس آباد کیمبل پور پنجاب، مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب، ۱۰ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

ایک عالم سنی حنفی المذہب نے اپنے وعظ میں کہا کہ اللہ جل جلالہٗ نے ایک سو چار کتاب نازل فرمائی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سب میں پروردگار نے فرمایا ہے

واطیعو اللہ واطیعو الرسول الخ اے مسلمانو! آپ لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دیتا ہوں، اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوت ایمانی میں کہاں تک ضعف ہوگیا ہے۔ دیکھو کسی حاکم کا چپراسی سمن لے کر آتا ہے تو اس کا کس قدر خوف ہوتا ہے، حالانکہ حاکم ایک بندہ مثل ماو شما سمن پیسہ آدھے پیسہ کا کاغذ جس میں معمولی مضمون ہوتا ہے چپراسی پانچ چھ روپے کا ملازم ہوتا ہے، مگر یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ روپوش ہو جاتے ہیں، لاچاری سے لینا ہی پڑتا ہے، بعدہٗ وکیل کی تلاش اور روپے کا صرف کرنا وکذا وکذا اور اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کہ دم بھر میں تہ و بالا

کر سکتا ہے۔ اس کا حکمنامہ یعنی قرآن پاک ومقدس کہ جس کے ایک ایک حرف پر دس، بیس، تیس نیکی کا وعدہ ہے، وہ رسول اللہ ﷺ لائے کہ جن کی خاطر زمین و آسمان پیدا ہوا، اب بتاؤ کہ اس احکم الحاکمین اور اس قرآن مجید اور اس کے رسول پاک کا فرمان ہم مسلمان لوگ کہاں تک بجالاتے ہیں، ہمیشہ وعظ سنتے ہیں، عمل نہیں کرتے الخ اس پر دوسرے ایک عالم نے کہا کہ حضرت ﷺ کو چپراسی کہنا دین کا یا اس سے مثال دینا یا اس سے تشبیہ تینوں صورت میں کفر ہے اور کہنے والا سابی ہے، اس کی توبہ قبول نہ ہوگی، اب عرض ہے کہ یا کیا اور مثال و تشبیہ کا فرق پورے طور سے بیان فرمایئے، یہ سوال اگرچہ کوتاہ ہے مگر بڑا اہم اور ضروری ہے جس کے سبب سے ایک بڑا فتنہ وفساد برپا ہو رہا ہے بینوا توجروا۔

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے جو فتویٰ صادر فرمایا اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے:

الجواب: حاشہ للہ اس میں نہ تشبیہ ہے نہ تمثیل نہ اصلاً معاذ اللہ توہین کی بو۔ یہ تو لوگوں کو زجر و توبیخ ہے کہ ایک ذلیل حاکم کا ذلیل فرمان ذلیل تر چپراسی لائے، اس پر تو تمہاری یہ حالت ہوتی ہے اور ملک الملوک واحد قہار جل وعلا کا عزیز و عظیم و جلیل و کریم اعز المرسلین اکرم المحبوبین ﷺ لے کر تشریف لائے اس کی پرواہ نہیں کرتے، اس سے اپنی قوت ایمانی کے حال کا اندازہ کر سکتے ہو، اس کی نظیر حضور بشیر و نذیر ﷺ کا ارشاد ہے کہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ان میں کسی کو یہ معلوم ہوتا کہ کوئی فربہ ہڈی جس پر گوشت کا خفیف حصہ لپٹا رہ گیا ہو یا بکری کے اچھے دو کھر ملیں گے (جن کے شگاف میں گوشت کا لگاؤ ہوتا ہے) تو ضرور نماز عشاء میں حاضر آتا، اور طبرانی نے معجم اوسط میں بسند صحیح انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص لوگوں کو پتلا گوشت لپٹی ہوئی ہڈی یا دو کھروں کی دعوت دے تو ضرور جائیں گے اور اس نماز کی جماعت کو بلائے جاتے ہیں تو نہیں آتے، کیا معاذ اللہ یہ ثواب ورضائے الٰہی کو دو کوڑی کی ہڈی یا دو کھروں سے تشبیہ ہے، حاشا بلکہ ان کے حال کی تقبیح اور ان پر زجر و توبیخ و تنبیہ ہے ایسی حقیر چیز کے لئے تو دوڑتے ہیں اور ایسی عظیم شئے کی پرواہ نہیں کرتے، امام بدر الدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں، المعنی لو علم انه لوحضر الصلوة لوجد نفعا دینو یا وان کان خسیسا حقیرالخضر القصور همته علی الدنیا ولا یحضر هالما لها من مثوبات العقبیٰ ونعیمها ، اور اگر یوں ہوتا کہ خدا نا ترس اللہ و رسول سے اتنا تو ڈرو جتنا دنیاوی حاکم اور اس کے سمن اور چپراسی سے ڈرتے ہو، جب بھی اسے تمثیل و

تشبیہ و توہین سے علاقہ نہ ہوتا، اب اس کی نظیر یہ حدیث ہوئی کہ ابن عدی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے ایسی شرم کر جیسی اپنے کنبے کے دو نیک مردوں سے کرتا ہے، یہاں معاذاللہ، اللہ تعالیٰ کنبے کے دو مردوں سے تشبیہ نہیں نہ یہ کہ اللہ سے اتنی ہی حیا چاہیے جتنی دو مردوں سے بلکہ اس مقدار حیا کی طرف ارشاد ہے کہ اللہ سے کرے تو معاصی سے روکنے کو کافی ہو، یوں ہی یہاں معاذاللہ دینوی حاکم اور سمن اور چپراسی سے تشبیہ ہے نہ یہ کہ اللہ ورسول و قرآن سے اتنا ہی ڈرو جتنا ان سے بلکہ اس مقدار خوف کی طرف ہدایت ہے، کہ اللہ و رسول و قرآن سے ہو تو اتقاو اجتناب معاصی کے لئے بس ہو۔" ملخصاً.....۱۵۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہٗ کی اولاد امجاد میں تین صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے آپ کی یادگار ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ قاضی محمد یونس ۲۔ قاضی محمد اسحاق ۳۔ حافظ محمد طیّب ۴۔ قاضی محمد ادریس
۵۔ قاضی محمد الیاس۔.....۱۶۔

علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہٗ صرف تین دن علالت کے بعد ۱۲ اد سمبر ۱۹۴۶ء / ۱۳۶۵ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ نماز جنازہ میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد شامل تھی۔.....۱۷۔

آپ کا مزار پر انوار شمس آباد کے بڑے قبرستان میں اپنے برادر اکبر علامہ قاضی غلام گیلانی قدس سرہٗ کے قریب ہے۔ لوح مزار پر جو کچھ بآسانی پڑھا جاسکتا ہے اس کی تفصیل یوں ہے:

آیۃ الکرسی
انا للہ وانا الیہ راجعون
؎ جو کوئی مومن کرے اس پر نظر
فاتحہ للہ پڑھے اس قبر پر
بسم اللہ الرحمن الرحیم
کلمہ شریف
مرقد منورہ
حضرت علامہ قاضی غلام ربانی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ.....۱۸۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مشہور تاریخ گو عبدالقیوم طارق سلطان پوری نے آپ کا قطعہ وصال یوں استخراج فرمایا:

اعلیٰ حضرت سے فیض یاب تھا وہ	کئی اطراف سے تھا لا ثانی
ربط تھا شمس گولڑہ سے بھی	ہے جہانگیر جس کی تابانی
تھی حقیقت میں شخصیت اس کی	شمع عشق حبیب سبحانی
نور تھا محفل حقیقت کا	قوت حق تھی اس کی حق دانی
مصلحت سے کبھی نہ کام لیا	آج کل گرچہ ہے یہ نادانی
زندگی بھر کیا شدو مد سے	دودھ کا دودھ پانی کا پانی
معرفت کے مقام سے اس کے	اہل عرفان کو ہے حیرانی
عازم خلد ہوگیا آخر	چھوڑ کر یہ سراچہ فانی

ہے سر "یاد" سے وصال کا سال
۱۰

جنتی ، "اک غلام ربانی"

۱۳۵۵

۱۳۵۵+۱۰= ۱۳۶۵ھ ۱۹ء

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

حوالہ جات

۱) مکتوب گرامی قاضی محمد یونس صاحب بنام مولانا شاہ حسین گردیزی محررہ ۱۷ مئی ۱۹۹۵ء

۲) قاضی محمد یونس صاحب کی راقم سے زبانی گفتگو بتاریخ ۲۹ جولائی ۱۹۹۶ء

۳) ایضاً

۴) دیکھئے: قاضی محمد غلام ربانی، علامہ: جامع الکلام فی بیان المیلاد والقیام مطبوعہ دہلی

۵) مکتوب گرامی قاضی محمد یونس صاحب بنام مولانا شاہ حسین گردیزی محررہ ۱۷ مئی ۱۹۹۵ء

۶) ان دونوں رسائل کی راقم نے خود زیارت کی ہے۔ صابر

۷) ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۳۰ء صفحہ ۸ بحوالہ سالنامہ معارف رضا کراچی ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۳۱

۸) قاضی محمد یونس صاحب کی راقم سے زبانی گفتگو بتاریخ ۲۹ جولائی ۱۹۹۶ء

۹) قاضی محمد غلام ربانی، علامہ: جامع الکلام فی بیان المیلاد والقیام مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۵

۱۰) ایضاً صفحہ ۵

۱۱) امام احمد رضا خان بریلوی، اعلیٰ حضرت: العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (قدیم) مطبوعہ کراچی جلد ۶ صفحہ ۲۱۶

۱۲) ایضاً (قدیم) مطبوعہ کراچی جلد ۴ صفحہ ۱۲۱، ۱۳۲

۱۳) ایضاً صفحہ ۱۳۲

۱۴) دیکھئے سالنامہ معارف رضا کراچی ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۲۷ (مضمون: عابد حسین شاہ)

۱۵) دیکھئے: امام احمد رضا خان بریلوی، اعلیٰ حضرت: العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ مطبوعہ کراچی جلد ۶ صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۷

۱۶) قاضی محمد یونس صاحب کی راقم سے زبانی گفتگو بتاریخ ۲۹ جولائی ۱۹۹۶ء

۱۷) ایضاً

۱۸) راقم نے ۱۵ مارچ ۱۹۹۶ء کو کالا خان کے ہمراہ آپ کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔ اسی وقت ہی لوح مزار پر عبارات کو نوٹ کر لیا تھا۔ صابر

۱۹) راقم نے مقالہ مکمل کرنے کے بعد ۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء کو طارق سلطانپوری کی خدمت میں حاضری دی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ علامہ قاضی محمد غلام ربانی قدس سرہ کا قطعہ وصال ہو جائے تو مقالہ بہت خوب رہے گا۔ آپ نے باتوں باتوں میں صرف چند منٹوں میں قطعہ وصال لکھ کر میرے حوالے کر دیا۔ ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

ایک نعتیہ طرحی نشست

از: اختر حسین فیضی مصباحی
رکن انجمن اسلامیہ جہاناگنج، اعظم گڑھ

مصرع طرح: بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

بزم اردو ادب جہاناگنج ضلع اعظم گڑھ کے زیر اہتمام ماہانہ شعری نشست ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو منعقد ہوتی ہے۔ جس میں قصبہ جہاناگنج اور مضافات کے شعراء بڑے ہی ذوق و شوق کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔ اس بزم کے انعقاد کو ابھی ایک سال پورا ہوا ہے، لیکن اس نے اس مختصر سی مدت میں اپنے حسن عمل اور کارکردگی کی بنیاد پر عوام و خواص میں ایک مقام بنالیا ہے۔

۱۵ جولائی ۱۹۹۸ء بدھ کو منعقد ہونے والی نشست چونکہ ماہ مبارک ربیع الاول شریف سے تعلق رکھتی تھی، اس لئے بزم کے ارباب حل و عقد نے نعتیہ بزم کے انعقاد کا فیصلہ کیا، اور امام شعر و ادب سر خیل نعت گویاں امام احمد رضا قدس سرہ متخلص بہ رضاؔ بریلوی کی مشہور زمانہ نعت ؎

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

کا درج ذیل مصرعہ بطور طرح منتخب کیا۔ ع

بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

عالی جناب مختار احمد صاحب کے دولت کدہ پر بزم کا انعقاد ۱۵ جولائی کی شب میں بعد نماز عشاء ہوا۔ صدارت شیدائے شعر و ادب عزت مآب جناب عبدالغفار اعظمی نے فرمائی۔ جب کہ نظامت کی ذمہ داری راقم اختر حسین فیضی کے سر رہی۔ اس مبارک بزم میں درج ذیل شعراء نے شرکت کی۔

عبدالباری ساقیؔ، شمس الدین شمسیؔ، حافظ محمد اجمل محسنؔ، محبوب احمد ہاشمی محبوبؔ، عبدالرحیم خیر آبادی ساغرؔ، عبدالرب حسنینؔ، ریاض احمد سعدیؔ، شبیر احمد شبیرؔ، عزیز احمد زاہدؔ، ظہیر احمد اشعرؔ، رضوان الرحمن رضوانؔ، اختر حسین فیضیؔ، بدر الزماں بدرؔ، ڈاکٹر انوار احمد انوارؔ، صفات احمد بادلؔ، راقم

السطور نے بحیثیت ناظم مشاعرہ ابتدائیہ کچھ اس طرح پیش کیا۔

ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ پروردگار عالم نے ہمیں اپنے محبوب شافع یوم النشور ﷺ کی بارگاہ عظمت پناہ میں عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے اس مبارک شب میں بزم نبوی کے انعقاد کی توفیق بخشی، اگر ہمارے اشعار کا ایک مصرعہ بھی بارگاہ مصطفےٰ ﷺ میں قبول ہو گیا تو انشاءاللہ ہماری نجات کے لئے کافی ہو گا۔

نعت گوئی اور اس کی مجلس کا انعقاد کوئی آج کی نئی پیداوار نہیں ہے بلکہ زمانہ رسول سے ہی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ شعر و شاعری تو عرب کی سرشت میں داخل تھی، بلکہ اشعار کے مقابلے میں ان کے لئے نثری عبارتیں پیش کرنا دشوار کن تھا۔ بیشتر صحابہ کرام بھی شاعری سے شغف رکھتے تھے اور بارگاہ رسول میں مدحیہ اشعار پیش کر کے اپنی محبتوں کا اظہار کرتے، لیکن ان میں حضرت حسانؓ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو مرتبہ حاصل ہے، وہ ایک عجیب نوعیت کا حامل ہے۔ آپ بارگاہ رسول کے شاعر تھے اس لئے آپ کو شاعر رسول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مدح رسول آپ کا محبوب مشغلہ تھا، ایک مرتبہ نبی رحمت ﷺ نے مسجد نبوی میں منبر لگوایا اور حکم دیا کہ حسانؓ آؤ! اور اپنے نبی کی شان میں تعریف و توصیف کے کلمات پیش کرو، حضرت حسانؓ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر بارگاہ ہوئے اور عرض کیا۔

واحسن منک لم ترقط عینی

واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبراء من کل عیب

کانک قد خلقت کما تشاء

یارسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام آپ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا اور آپ سے جمیل و خوبصورت کسی عورت نے نہیں جنا۔

آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے، گویا کہ آپ اپنی منشاء کے مطابق پیدا کئے گئے۔

اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے آپ کو ان الفاظ میں دعائیں دیں اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسْ اے اللہ حسان کی روح قدس یعنی حضرت جبرئیل کے ذریعے مدد فرما۔

اس سے پتہ چلا کہ مجلس نعت منعقد کرنا ایک محبوب مشغلہ ہے ورنہ رسول کریم ﷺ حضرت

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں کبھی بھی منبر نہ لگواتے گویا کہ آج ہم یہ مجلس منعقد کر کے سنت رسول اور سنت صحابہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔

اس کے بعد ناچیز نے شعراء سے خطاب کرتے ہوئے عرض کیا کہ آج ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کی بارگاہ میں نعتیہ کلام پیش کریں، لیکن ہمارے ذہن میں ہرگز یہ بات نہیں ہونی چاہیئے کہ ہم نے اپنے کلام سے رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف کر کے ان کا مرتبہ اور بلند کر دیا، بلکہ ہمارا مطمع نظر ہر وقت یہ ہونا چاہیئے کہ ہم نے اپنا کلام بارگاہ رسول میں پیش کر کے خود اسے پاکیزہ اور لائق قبول بنالیا اسی مفہوم کو ایک عربی شاعر اس طرح ادا کرتا ہے۔

ما ان مدحت محمد ابمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد

یعنی میں نے مہر رسول ﷺ کی تعریف اپنے کلام سے نہیں کی، بلکہ ان کی بارگاہ میں اپنا کلام پیش کر کے خود اپنے کلام ہی کو قابل تعریف بنالیا۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد شعراء کرام کو خراج عقیدت پیش کرنے کی دعوت دی گئی، عاشقان رسول نے یکے بعد دیگرے اپنے محسن کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کے گلدستے بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ پیش کئے، اور سامعین کا منظر تو دیدنی تھا۔ وہ بھی کیف و سرور کے عالم میں تقریباً ڈیڑھ بجے شب تک ہمارا ساتھ دیتے رہے۔

شرکاء میں جن حضرات کے کلام دستیاب ہو سکے ان میں سے تین تین اشعار بشمول تضمین پیش قارئین ہیں۔

پہلے دیکھا جسے چشم جبریل نے
تھا وہ روشن ستارا ہمارا نبی
خاتم الانبیاء ہادی بے بدل
آمنہ کا دلارا ہمارا نبی
ہر نفس ہر جگہ قبر میں حشر میں
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

عبدالباری ساقی

سرور انبیاء فخر کون و مکاں
دو جہاں سے نرالا ہمارا نبی
جس کی خاطر بنے ہیں یہ لوح و قلم
ہے وہ سب کا تمھارا ہمارا نبی
غم کے ماروں سے کہہ دو اے شمسی کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

شمس الدین شمسی

کیا خبر تم کو اے بے بصر زاہدو!
ہر جگہ آشکارا ہمارا نبی
مانگنے سے سوا بھی دیا جس نے ہے
با کرم پیارا پیارا ہمارا نبی
خوف محشر سے محسنؔ نہ ہو غم زدہ
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

حافظ محمد اجمل محسنؔ اعظمی

عظمتوں کا منارا ہمارا نبی
رحمتوں کا ہے دھارا ہمارا نبی
سارے عالم کا تسکین جان بن گیا
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی
درد مندوں کا محبوبؔ درماں بنا
بے نوا کا سہارا ہمارا نبی

محبوب احمد ہاشمی محبوبؔ

جس کی کرنوں سے روشن ہیں شمس و قمر
وہ حسیں ماہ پارا ہمارا نبی

رحمتیں بٹ رہی ہیں حلیمہ کے گھر
رحمتوں کا ہے وہ دریا ہمارا نبی
سعدیؔ ناتواں کچھ نہ مغموم ہو
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

ریاض احمد سعدیؔ

دکھ میں کام آنے والا ہمارا نبی
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی
تیرگی میں چراغ ہدایت لئے
ہے زمانے میں آیا ہمارا نبی
جس کا ثانی نہیں دو جہاں میں کوئی
ہے وہ بے مثل و بالا ہمارا نبی

شبیر احمد شبیرؔ

ہاتھ خالی کوئی در سے جاتا نہیں
ہے سخاوت کا دریا ہمارا نبی
درس انسانیت جس نے سب کو دیا
ہے وہ یٰس و طٰہٰ ہمارا نبی
پیکر خلق و ایثار ، بحر سخا
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

عزیز احمد زاہدؔ

مفلسوں کا ہے ملجا ہمارا نبی
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی
ہم کو موجِ حوادث کا کچھ غم نہیں
ہے خدا بھی ہمارا ہمارا نبی

مختصر اتنا رضوانؔ کہہ دیجئے
عظمتوں کا منارا ہمارا نبی

رضوان الرحمٰن رضوانؔ

سارے نبیوں سے بالا ہمارا نبی
کل جہاں کا ہے ملجا ہمارا نبی
گود میں لے کے کہتیں حلیمہ یہی
آگیا میرے گھر رب کا پیارا نبی
کیوں پریشاں ہو بدرالزماں حشر میں
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

بدرالزماں بدرؔ

جس کی آمد کی دی انبیاء نے خبر
ہے وہ نبیوں میں اعلیٰ ہمارا نبی
ہوگیا قصر باطل میں طوفاں بپا
جب ہوا آشکارا ہمارا نبی
عاصیو! بحر غم ہو کیوں غوطہ زن
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

اختر حسین اعظمی فیضی

ملک العلماء اپنی تحریر کے آئینے میں

مولانا محمد ادریس رضوی، ایم۔اے جامع مسجد۔پتری پل۔ کلیان۔۴۲۱۳۰۶

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ متولود ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ م ۱۸۸۵ء میں عظیم آباد بہار، کا تاریخی نام غلام حیدر تھا۔ آپ نے اپنا نسب نامہ اس طرح تحریر فرمایا ہے۔ ''ملک محمد ظفر الدین قادری بن ملک منشی محمد عبدالرزاق بن ملک کرامت علی بن ملک احمد علی بن ملک غلام قادر بن ملک سعادت یار بن ملک حمید بن ملک رضا بن ملک محمد علی بن ملک فتح اللہ بن ملک غلام نبی بن ملک محمد معصوم بن ملک محمد سعید الدین عرف ملک سدن بن ملک احمد اللہ بن ملک تاتار بن ملک بہاء الدین بن ملک محمد اسمٰعیل بن ملک الہ داد بن ملک غلام محی الدین عرف ملک گدن بن ملک خطاب الملک (کہ مزارش اندرون گنبد ست) بن ملک علاء الملک (کہ مزارش ہم اندرون گنبد ست) ابن ملک داود پسر اکبر (کہ مزارش ہم اندرون گنبد ست)، بن حضرت سید ابراھیم ملک بیا غازی عرف ملک ہو شہید بن حضرت سید ابو بکر (کہ مسکن و مزار شان مقام بت نگر ست واز غزنی بفاصلہ سہ فرسنگ بجانب مشرق واقع است) ابن سید ابوالقاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبدالسلام بن سید عبدالوھاب بن غوث الثقلین وغیث الکونین حضرت سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر حسنی حسینی جیلا قدست اسرارھم و تفغنا اللہ ببر کاتھم

دیباچہ ''حیات اعلیٰ حضرت''مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

ملک العلماء مختلف مدارس اسلامیہ اور عظیم شخصیتوں کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے ہوئے ۱۳۲۱ھ میں حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں بریلی شریف تشریف لے گئے اور آپ سے بخاری شریف، اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح تشریح الافلاک، شرح چغمینی پڑھیں اور علم توقیت، جعفر تکسیر کا علم حاصل کیا اور شعبان ۱۳۲۵ھ میں کثیر علماء کی موجودگی میں دستار فضیلت اور سند فراغت سے ممتاز ہوئے۔ ۱۳۲۹ھ تک مدرسہ منظر اسلام میں بحیثیت مدرس درس دیتے رہے۔

(تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت)

سپاس حق

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے محبوب بنادیا ہے تمہارے نزدیک ایمان کو اور آراستہ کردیا ہے اسے تمہارے دلوں کو۔ ملک العلماء اپنی دولت ایمان و اسلام اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت میں ہونے سے متعلق رقم طراز ہیں۔ خداوندا تیری حمد و ثناو شکر نعمت کس زبان سے ادا کی جائے کہ تیرے صفات و کمالات اور احسانات و انعامات غیر متناہی و غیر محدود اور روزِ آفرینش سے مرتے دم تک تیری تعریف و توصیف و شکر یہ انعامات میں اگر تمام وقت ایک ایک آن صرف کیا جائے جو ایک فرض محض و تقدیر بحث ہے پھر بھی مقصود و محدود ولقد صدق من قال ۔

من بے تو دے قرار نتوانم کرد

احسان ترا شمار نتوانم کرد!

گر بر تن من زبان شود ہر موے

یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد ۔

تو نے اشرف المخلوقات اکرم الموجودات بنی آدم میں خلق فرمایا۔ جس کے سر پر تاج ولقد کرمنا بنی آدم کا رکھا پھر اس سے مزید یہ کہ حضرت سید ابراھیم بن سید ابو بکر غزنوی ملقب بلقب مدار الملک مخاطب بہ خطاب ملک بیا غازی عرف ہو بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے کیا ان نعمتوں سے بڑھ کر تیرا احسان یہ ہے کہ دولت ایمان سے سر فراز فرمایا اس لئے کہ دولت اسلام سے محروم فقط صورت کا انسان ہے مرزا غالب نے خوب کہا ع آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا۔

گر بصورت آدمی انساں بدلے   احمد و بو جہل ہم یکساں بدلے

آدمی بہت ہیں مگر انسان وہی ہے جسے معرفت پروردگار ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع فرماں بردار ہو جل جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر مزید براں فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت سے کیا۔ حدیث شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی۔ سب فرقے جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک کے، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ وہ ناجی کون جماعت ہوگی۔ ارشاد ہوا۔ ماانا علیہ واصحابی۔ جو میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر رہے گی۔ یعنی اہل سنت و جماعت۔   (دیباچہ حیات اعلیٰ حضرت)

ملک العلماء علم دین پر نازاں تھے

علم حاصل کرنے کے معاملے میں لوگ حکومت وملوک سے وابستہ زبان وعلم کو اہمیت دیتے ہیں کہ اس کہ پڑھنے سے روزی کا تعلق استوار ہو جائے گا۔ اس قسم کے لوگوں کے خیالات کا وزن مساوی ہوتا تو ہزاروں بی۔اے۔ ایم۔اے کرنے والے بیکار اور وکلاء ڈاکٹر، انجینئر تعطل کے شکار نہ ہوتے، اس مخصوص نظریے کا اثر مذہبی تعلیم خاص کر اسلامی تعلیم پر پڑا ہے کہ مسلمان علم دین سے بیگانہ ہوتا جارہا ہے۔ کچھ لوگوں کو علم دین اور علماء سے خدا واسطے کا بیر ہے وہ طلباء کو اس قسم کے مشورے دیتے ہیں کہ طلباء اپنے مستقبل کو خوفناک سمجھ کر بیزار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ صحیح معنوں میں حکومت اور عوام کی توجہ مبذول کرانے کی ضرورت ہے کہ مدرسوں کی فصیل سے تیار ہو کے نکلنے والے طلباء کے لئے صوبہ بہار کی طرح ملک کی تمام ریاستوں کے حکمراں اپنا دروازہ ان کی ملازمت کے لئے کھول دیں اور مکتب سے لے کر چھوٹے مدرسوں اور مسجدوں کو آباد رکھنے والے مولوی عالم کے لئے عوام اپنا دل وسیع بنائیں۔ اس سلسلے میں "ندائے ملت" لکھنؤ کا مندرجہ ذیل تجزیہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ "ہمارے مخلصین اور دردمند حضرات دینی مدارس کے طلباء کو خصوصیت سے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ کوئی ہنر سیکھ لیں تاکہ زائد آمدنی حاصل کر کے وہ عزت کی زندگی گزاریں مشورہ کے صائب ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن جن لوگوں کی آمدنی اچھی ہے ان کو یہ مشورہ کیوں نہیں دیا جاتا کہ اتنا دین سیکھ لیں کہ وہ نماز پڑھا دیا کریں حکیم، ڈاکٹر، انجینئر، دوکاندار تاجر اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی ایسی خاصی تعداد ہے جو مالی اعتبار سے فارغ البال اور مضبوط ہیں اور مساجد کے آس پاس رہتے ہیں لیکن وہ کبھی اس کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اعزازی طور پر اس خدمت کو انجام دیں۔ مشورہ صرف حافظوں اور دینی مدارس کے فارغین ہی کو دیا جاتا ہے۔ کثرت سے مساجد دیہات اور قصبات میں ہیں وہاں کسی ہنر کی پذیرائی مشکل، اکثر مساجد کی آمدنی بہت کم ہوتی ہے اگر اس میں اضافہ کر کے امام مسجد کو زیادہ سے زیادہ سہولت پہنچائی جائے اور بچوں کو پڑھانے کی خدمت دی جائے اور اس بہانہ رقم دی جائے تو اس سے بچوں کی تعلیم کا مسئلہ بھی حل ہوگا اور امام صاحب کا بھی، اور اگر صاحب حیثیت لوگ یہ خدمت انجام دیں تو امام صاحب کے منصب کا وقار بھی بڑھے گا اور لوگ مسجد کے تعلق سے زیادہ سے زیادہ معاونت بھی کریں گے اور مسجد کے دو رکعت کے امام ہونے کی پھبتی بھی سننے کو نہیں ملے گی۔ (۱۱/۱۹ اپریل ۹۸ء صفحہ ۱۱ اور صفحہ ۹۔ ندائے ملت)

مدارس اسلامیہ میں پڑھنے پڑھانے والے اساتذہ اور طلباء ملک العلماء کی تحریر پڑھ کر اپنی ہمت بڑھائیں تحریر فرماتے ہیں۔ "پھر ان تمام نعمت ہائے الٰہیہ کے ہمسر بلکہ بعض وجوہ سے اعلیٰ و بہتر کہ اس دور انگریزی میں کہ ہر شخص سلطنت کی زبان سیکھنے سکھانے کا گرویدہ ہے حضرت عزت حق سبحنہ و تعالیٰ شانہ کا ہزار ہزار شکر۔ ہے کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھے مذہبی عربی تعلیم دلانے کی توفیق بخشی باوجود کہ بعض خاص اعزہ و احباب نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ زمانہ انگریزی سلطنت کا ہے اپنے بچے کو انگریزی تعلیم دلوائے مگر انھوں نے پرواہ نہ کی اور مجھے مذہبی تعلیم کی طرف متوجہ فرمایا انہی کی نیک نیتی و خلوص قلبی کا اثر ہے کہ زمانہ طالب علمی سے دینی خدمات درس، تدریس تالیف و تصنیف وعظ و تبلیغ افتاء و مناظرہ کا شوق و ذوق میرے دل میں جاگزیں ہوا۔ اور برابر انہیں دینی خدمتوں میں انہماک و شفقت کے ساتھ منہمک رہا۔"

بیعت و تلمذ پر مسرت کا اظہار

اور پھر ان تمام نعمتوں پر مزید گویا سونے پر سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا خانصاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کی بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا جو شریعت مطہرہ و طریقت منورہ کی علمی عملی تصویر تھے جن کا ہر قول شریعت کا رہنما جن کا ہر فعل احکام الٰہی کا اتباع جنھوں نے بلاخوف لومۃ لائم مسائل شرعیہ و احکام فقہیہ کی تعلیم و تبلیغ فرمائی اور عمر بھر تالیف و تصنیف افتا و تدریس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت و رہنمائی فرمائی جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزا

(دیباچہ حیات اعلیٰ حضرت)

اعلیٰ حضرت کی شفقت

حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو کے سوا کسی پر رشک نہیں آتا۔ ایک شخص جسے اللہ مال دے تو اسے اچھی جگہ خرچ پر لگادے دوسرا وہ شخص جسے اللہ علم دے تو وہ اس سے فیصلے کرے اور لوگوں کو سکھائے
مشکوۃ المصابیح باب علم

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام احمد رضا کو علم بھی دیا تھا اور مال بھی، آپ طلباء پر علم بھی لٹاتے تھے اور مال بھی چنانچہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ بات مجھے ہمیشہ یاد

رہتی ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی ماہ رمضان شریف میں بریلی شریف رہتا اور اس تعطیل میں مکان نہ آیا تو عید الفطر کے دن جس طرح تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے مجھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب کوپاوی عظیم آبادی، مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف، مولوی محمد ابراھیم صاحب اوگانوانی، مولانا مولوی نذیر الحق صاحب رمضان پوری، مولوی اسمٰعیل صاحب بہاری سب کو علی قدر مراتب تہواری عطا فرماتے۔"

مولانا مولوی محمد ابراھیم رضا خان صاحب کی ولادت کے موقع پر اعلیٰ حضرت نے بنگالی، بہاری، پنجابی اور ولایتی طلباء کے لئے ان کے حسب منشا دعوت کا اہتمام فرمایا اور خاص عزیزوں اور مریدوں کے لئے جوڑا بھی تیار کروایا اس موقع سے ملک العلماء کو بھی جوڑا عنایت ہوا۔ اس کے متعلق ملک العلماء راقم طراز ہیں کہ "نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں میں ہوں جن کے لئے جوڑا تیار کرایا گیا تھا۔ وہ کرتا، پاجامہ، جوتا، ٹوپی تو اسی زمانہ میں پہن لیا تھا۔ مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا۔ گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا۔ وہ بہت دنوں تک رہا یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا تو اس کو تبرکاً رکھ دیا۔ جب مدرسہ خانقاہ سہسرام میں مدرس ہوا اور مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجھتی بہاری کو حسب طلب مخلص محترم حاجی دین متین جناب حاجی محمد لعل خان صاحب کلکتہ بھیجنے لگے اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کے نذر کر دیا جو مجھ سے دبلے پتلے تھے اور ان کو ٹھیک آگیا۔

حیات اعلیٰ حضرت جلد ۱، صفحہ ۴۷/۴۸

کارواں سے کیسے کیسے لوگ رخصت ہو گئے۔ کچھ فرشتے چل رہے تھے جیسے انسانوں کے ساتھ یہ تو ملک العلماء کے طالب علمی کے زمانہ کی بات تھی۔ دوران ملازمت کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

"۱۳۳۴ھ میں جب میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس اول تھا رمضان شریف کی تعطیل میں اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت علم ہیات میں ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے۔ اور میں اسے صاف کر رہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ماہ رمضان المبارک تمام کر کے بعد ششش عید کے جب مدرسہ کھلے گا، پٹنہ واپس جاؤں گا۔ لیکن اواخر رمضان شریف میں جناب حاجی لعل خان صاحب مرحوم کا خط پہنچا کہ یہاں ولی اللہ نامی ایک وہابی آیا ہوا ہے اور جگہ جگہ مناظرہ کا چیلنج دیتا ہے۔ حضور والا مولانا ظفر الدین صاحب کو روانہ فرمائیں۔ اس وقت وہ کتاب قریب ختم کے تھی۔ اعلیٰ

حضرت نے دو دن میں اس کو تمام کر دیا لیکن مجھے نقل کرنا اور صاف کرنا بہت باقی تھا۔ اس لئے حضرت نے فرمایا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جایئے اور نقل کرنے کے بعد اصل اور نقل دونوں رجسٹری سے واپس کر دیجئے گا۔ جب چلنے کا وقت ہوا۔ اور اسٹیشن جانے کے لئے سواری آگئی۔ اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے اور دو نوٹ دس دس روپے کے مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ امسال عید میں آپ یہیں رہیں گے۔ بچوں کے لئے کپڑے بنواؤں گا تو آپ کے لئے بھی بنواؤں گا۔ لیکن آپ دینی ضرورت سے کلکتہ جا رہے ہیں۔ اس لئے یہ روپے آپ کی نذر ہیں۔ مجھے بہت شرم آئی کہ طالب علمی کا زمانہ تو ضرورت کا زمانہ تھا۔ اب تو میں نوکر ہوں میں پیر کی خدمت کیا کرتا اور ان کی نذر کرتا کہ الٹے پیر ہی سے روپے وصول کروں میں نے کچھ تامل کیا۔ اعلیٰ حضرت نے بااصرار عنایت فرمایا۔ میں نے قدم بوسی کرتے ہوئے وہ روپے لے لئے اور کلکتہ روانہ ہوا۔ میرے پہنچنے کی خبر ملتے ہی سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ اب کس میں مناظرہ کا دم ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۴۸/۴۹

سخن آرائیاں کس کی، لب اظہار کس کا ہے
مرے لفظوں کے پیچھے عالم اسرار کس کا ہے

اساتذہ و طلباء اور مدارس اسلامیہ کے بانی ممبران، مساجد کے متولی اور دیگر ارکان اور عوام الناس کے لئے یہ دونوں واقعات درس عبرت ہیں۔ اساتذہ علم پڑھاتے ہیں لیکن طلباء پر خلوص و محبت کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آتے ہیں۔ جو ہمارے اسلاف کا طریقہ تھا۔ طلباء بھی اپنے اساتذہ کا ادب و احترام اور ان کی خدمت کرنا بھول گئے ہیں استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے لیکن عقیدت و محبت سے دل نہیں جھکاتے ہیں۔ افراط و تفریط کے ماحول میں ہر ایک دوسرے کا گلہ کرتے کوستے اور برائیاں بیان کرتے ہیں۔ ممبران کے عہدہ کے لئے آپس میں جھگڑنا نئی بات نہیں ہے۔ بعض جگہ تو لاٹھی، بھالے نکل جاتے ہیں۔ مار پیٹ ہوتی ہے پھر مقدمہ ہوتا ہے۔ اس سے بھی بات نہیں بنتی تو ایک ہی محلہ میں دو مدرسے اور مساجد قائم ہو جاتی ہیں۔ آخر کیوں؟ بات صاف ہے جہاں طلباء کو پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا، بیمار ہو جانے پر علاج نہیں ہوتا مدرسین وائمہ کو معقول تنخواہ نہیں دی جاتی،

وہاں دیکھتے ہی دیکھتے مفلوک الحال عہدیدار ان کی کوٹھی تیار ہو جاتی، بنگلے بن جاتے، بلڈنگ کھڑی ہو جاتی اور ان کا کاروبار ترقی کر جاتا ہے۔ ان روایتی قسم کے مسلمانوں سے کوئی پوچھے کہ عہدہ پر فائز ہو کر کے آپ کو دین کی خدمت کرنے کا جذبہ ہے تو آپ پہلے دین کے پابند کیوں نہیں بن جاتے؟ آپ کے چہرے پر داڑھی کیوں نہیں ہے؟ آپ نماز پنجگانہ کیوں نہیں پڑھتے؟ آپ عہدہ سنبھالنے کے بعد بھی جمعہ جمعہ کو ہی مسجد میں دکھائی دیتے ہیں؟ آپ اپنے گھر میں دینی ماحول قائم کیوں نہیں کرتے؟ طلباء اگر بھول سے ننگے سر مدرسہ کی چہار دیواری سے باہر دکھائی دیتے ہیں تو آپ ان کی سرزنش کرتے ہیں اور آپ کو کرنے کا حق حاصل ہے لیکن آنجناب کی بیوی اور بیٹیاں بے پردہ ہو کر بازاروں میں گھومتی ہیں ان کو دیکھ کر آپ کا خون کیوں نہیں کھولتا؟ آپ کے بالغ لڑکے نماز جمعہ بھی نہیں پڑھتے مگر آپ ان کو ایک لفظ بھی نہیں بولتے ہیں؟ آپ کو مدارس و مساجد سے محبت ہے دین کا کام کرنے سے رغبت ہے تو آپ اپنے بچے کو علم دین کیوں نہیں پڑھاتے ہیں؟ رسول خدا ﷺ نے علماء کو اپنا نائب کہا ہے ان کو آپ اپنا ملازم اور تابعدار دیکھنا چاہتے ہیں آپ کی ہاں میں ہاں وہ نہ ملائیں تو آپ ان کو ذلیل کرتے، مدارس و مساجد سے نکال دینے کی دھمکیاں دیتے آپ نہ تو حق سنتے اور نہ حق پر چلتے ہیں۔

شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

عوام کا وہ طبقہ جو گانے بجانے کے آلات، پٹاخے، ٹی وی، وی سی آر، کیبل، سینما اور دوسرے ناجائز کاموں پر ہزاروں روپیہ بے دریغ خرچ کر دیتے ہیں۔ ان کو علم دین حاصل کرنے والے طالب علم اور دینی کاموں پر خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی اور ہم یہ کہہ کر تسلی کر لیتے ہیں کہ خدا جب دین لیتا ہے تو عقل چھین لیتا ہے اس موقع سے صادق قرولوی کا شعر یاد آتا ہے۔

ملتی نہ انہیں کیونکر جنت کی بشارت بھی
اعمال کی گٹھریوں میں سامان تو پختہ تھے

اور یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیے۔

ایمان ہوئے کچے ان پختہ مکانوں میں
ان کے کچے مکانوں میں ایمان تو پختہ تھے

پہلا فتویٰ لکھنے پر انعام

ملک العلماء ذہین وفطین، محنتی اور بادب طالب علم تھے اس لئے فراغت کے بعد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کو مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف کے لئے مدرس کا انتخاب کیا۔ ۱۳۲۱ھ میں ملک العلماء بحیثیت طالب علم بریلی شریف میں وارد ہوئے اور ۱۳۲۲ھ آپ نے سب سے پہلا فتویٰ تحریر فرمایا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بغرض اصلاح کرنے کے لئے پیش کیا تو اعلیٰ حضرت نے آپ کو انعام سے نوازا۔ تفصیل ملک العلماء کی زبانی سنئے۔

"۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کیا حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ مولانا سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا تھا۔ اعلیٰ حضرت (نقی علی خاں) والد ماجد قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے اس لئے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لئے دیتا ہوں۔ غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔ اس لئے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ سے کہ میرے والد ماجد صاحب نے مجھے اول فتویٰ صحیح پر انعام دیا تھا۔ اس لئے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا۔ میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمایا اس میں۔ ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین سے شروع فرمایا۔ فتاوی شریف یعنی (فتاوی رضویہ) جلد اول میں میرا نام انہیں لفظوں سے تحریر فرمایا ہے۔

حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۴۶/۴۷

ان سے نگاہ ملتے ہی دل طور ہو گیا
یک لخت زخم دل میرا پر نور ہو گیا

محرم الحرام ۱۳۲۲ھ م ۱۹۰۴ء کو چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلی کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔ تکمیل علوم کے بعد تمام سلاسل طریقت میں خلافت کا تاج سر پر رکھا اور "ملک العلماء" کا خطاب پایا۔ خلفائے اعلیٰ حضرت اور مولانا علی احمد سیوانی رقم کرتے ہیں کہ "عوارف اور رسالہ قیشریہ پڑھا کر انہیں داخل سلسلہ کیا اور ۱۳۲۵ھ میں اپنے تمام سلاسل کا ماذون و مجاز کیا ان کو ملک العلماء کا خطاب دیا اور دستار فراغت بدست شاہ حیات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف ان کے سر پر بندھوائی۔

نور مصطفےٰ پٹنہ، ستمبر ،اکتوبر ۱۹۹۰ء صفحہ ۳۳

ملک العلماء نے ۶۰ برسوں تک تصنیف و تالیف کی خدمت انجام دی ہے۔ آپ کے فتاوی کا مجموعہ " نافع البشر فی فتاوی ظفر "۱۳۴۹ھ میں ۱۱۵۷۳ستفتاء کے جوابات ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے تلمیذ عزیز و خلیفہ اجل کو ادیبوں، شاعروں، مصنفوں، مقرروں، اخباروں، ماہناموں اور اشاعتی اداروں سبھوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے آپ کی کتابوں کو شائع کر کے عام کیا جائے۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپ کی تصنیفات علماء، اساتذہ، طلباء اور عوام کے لئے نافع ثابت ہوں گی۔

آپ کا ایک فتوی

الصوارم الہندیہ ۱۳۴۵ھ (مرتبہ مناظر اسلام مولانا حشمت علی خاں قادری لکھنوی) میں کاٹھیاوار، مارہرہ شریف، بریلی شریف، کچھوچھہ مقدسہ، جبلپور، اجمیر مقدس، مراد آباد، لاہور، آرہ کے علمائے کرام کے بعد آپ کے فتوی کو جگہ ملی ہے۔ اس کے بعد ۶۰ دیگر شہروں کے علمائے عظام کے فتاوی درج ہیں۔ متعلقہ کتاب کے صفحہ ۱۰۱ پر شائع شدہ فتوی ملک العلماء نے بانکی پور پٹنہ سے روانہ فرمایا تھا۔ تحریر فرماتے ہیں۔ "فتاوی حرمین طیبین ضرور حق ہیں۔ جن کی حقیقت میں اصلاً شبہ نہیں اس کی حقیقت پر آفتاب سے بھی روشن تر دلیل یہ ہے کہ ان اقوال کے قائلوں نے اس کے مقابل نہ صرف سکوت ہی کیا بلکہ حکم میں اتفاق کیا۔ جس کا مجموعہ ایک مستقل رسالہ بنام " الختم علی السان الخصم" دیوبند میں چھپ چکا ہے۔ جس میں انہیں لوگوں نے تصریح کی کہ بے شک ایسے اعتقاد و خیال و اقوال والے کافر ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایسے اقوال کن لوگوں کے ہیں جن پر باتفاق علمائے بریلی کا وہابی دیوبند پر کفر کا فتوی ہے۔ ان مطبوعہ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے جن کا حوالہ "حسام الحرمین" میں

ہے۔ جسے چھپے ہوئے بیس سال ہوگئے۔ کیا قادیانیوں کے ارتداد اور حضور اقدس ﷺ کی توہین کرنے والوں کے کفر جیسے اتفاقی مسئلہ میں بھی استفتاء و سوال کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم

محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہٗ

مہر

محمد ظفر الدین قادری رضوی

ملک العلماء فاضل بہاری

تاثرات

۱۹۲۰ء بریلی شریف میں "جماعت رضائے مصطفےٰ" کی تشکیل ہوئی تو "حضور مفتی اعظم مصطفےٰ رضا بریلوی کے دور میں سرپرست عمومی کی حیثیت سے ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری چوبیس اراکین میں شامل تھے۔

تاریخ رضائے مصطفےٰ صفحہ ۴۳

اور جماعت کے تبلیغ و ارشاد کے شعبہ سے وابستہ تھے۔ شعبہ مناظرہ کے صدر تھے ایضاً صفحہ ۲۸۲

جماعت انصار الاسلام کی تین روزہ کانفرنس ۲۲، ۲۳، ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ بمقام مسجد نو محلہ بریلی میں منعقد ہوئی تو ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری نے مسئلہ ترک موالات پر محققانہ تقریر فرمائی اور ثابت کیا کہ ترک موالات انسان کا فطری و طبعی خاتمہ ہے اگر اس کے احساسات غلط نہیں ہوگئے ہیں تو وہ نقصان رساں سے طبعاً احتراز کرے گا۔ اس مسئلہ کو شواہد و دلائل سے خوب ذہن نشین کرایا اور بتایا کہ "جملہ کفار و مشرکین سے ترک موالات شرعاً فرض اور مسلمانوں پر لازم ہے"۔ اس تقریر کے ضمن میں مولانا بہاری نے ایسی ایسی دل پذیر باتیں فرمائیں کہ مجموعہ بھڑک اٹھا۔

ایضاً صفحہ ۳۰۴

ملک العلماء جماعت رضائے مصطفےٰ کے متعلق تاثر پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ "فقیر اس مبارک جماعت کی خدمات کو نہایت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنی محرومی پر افسوس کرتا ہے کہ اس کی بدنی خدمت سے قاصر ہے اور اس جماعت کے مخلصین خدام پر رشک و غبط کرتا ہے اور ان کے

لئے مثبت واستقامت کرتا ہے۔ ایضاً صفحہ ۴۱۸

خاموش کس قدر ہے سمندر کو دیکھئے
سینے میں اپنے گوہر یکتا لئے ہوئے

ناشر کے حسرت ویاس بھرے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحریر آپ کی حیات مبارکہ کے آخری دور کی ہے

محمود عباسی کی رسوائے زمانہ کتاب "خلافت معاویہ ویزید" جب شائع ہو کے بازار میں آئی تو عوام حیرت زدہ ہوگئے اہل حق تڑپ اٹھے اور یزید نواز مسکرا رہے تھے۔ ایسے ماحول میں تاجدار کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ کے شیدائی اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ حق واضح کرتے تھے۔ علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ نے ہندوستان، پاکستان، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، افغانستان، مصر، افریقہ اور دیگر ممالک کے ارباب حل وعقد سے اس کتاب کے بارے میں رائے طلب کی تو ملک العلماء نے تحریر فرمایا "حامی دین متین ماحی شر مبتدعین گرامی جناب مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی مسلمہ، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خلاف شرع کتاب "خلافت معاویہ ویزید" ہرگز مسلمانوں کے اعتقاد کے مطابق نہیں بہت سی باتیں خلاف شرع اس میں ہیں ازاں جملہ یزید امیر بر حق تھا۔ امام حسین نے اس پر خروج کیا (معاذاللہ من ذالک) یزید متقی وپرہیزگار تھا وغیرہ من الخرافات۔ ایسی کتاب کو خریدنا، دیکھنا، اپنے پاس اعتقاداً رکھنا سب ناجائز ہے۔ ہاں علماء کرام اس کا رد کرنے کو دیکھ سکتے ہیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں والسلام

محمد ظفر الدین قادری رضوی پرنسپل جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار

"پاسبان حسین نمبر جنوری، فروری ۱۹۶۰ء

بے مثال مناظر

۱۳۲۵ھ میں ملک العلماء کی فراغت ہوئی اور ۱۳۲۶ھ میں اعلیٰ حضرت کے ایماں پر میوات میں وہابیوں سے مناظرہ کرنے کے لئے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی۔ اور غالباً آپ کا یہ سب سے پہلا مناظرہ تھا۔ لیکن کوئی آپ کے سامنے تک نہیں آیا۔ اقتباس ملاحظہ کیجئے "جب ابتدائی مباحث طے ہوگئے اور علمی سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سبھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے تقاضے پر تقاضے ہوتے مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹا۔ تین گھنٹے تک سب کے

سب خاموش محض رہے آخر ثالث و حکم صاحب نے کہا مولانا کچھ تو بولئے تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے اس پر بھی وہ لوگ خاموش محض رہے آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا صاحبو آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں جب علمی باتوں کی نوبت آئی تو مولانا ظفر الدین صاحب نے جو سوالات کئے ان کے جواب میں ان تمام علماء نے سکوت محض سے کام لیا اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں۔ ورنہ کس دن کے لئے اٹھا رکھتے ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب و مولوی شاہ ارشاد علی صاحب مولانا مولوی ظفر الدین صاحب مولوی احمد حسین خان صاحب وغیرہ علماء کا مذہب حق ہے آپ لوگ آتے وقت دو دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے اب سب لوگ متفق ہو کر اس دروازہ سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جائیے چنانچہ ان چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب لوگ علماء اہل سنت کے ساتھ ساتھ آئے والحمد للہ علی ذالک۔ اس مناظرہ کی روداد کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ کا تاریخی نام "پٹنہ نجدیہ کا چپ مناظرہ" رکھا۔ اور جناب مولانا حسن رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تاریخی نام "شکست سفاہت" رکھا۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی زمانہ میں چھپ کر تمام ملک میں شائع کر دیا گیا۔ حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۵۶

موضع ہٹنا ضلع بوگرا میں مناظرہ کے لئے دونوں جانب سے خوب تشہیر کی گئی تھی۔ سنیوں نے ملک العلماء کی آمد پر ان کا شاندار استقبال کیا۔ غرضیکہ مناظرہ شروع ہو گیا۔ ابتداءً چند تحریرات کی آمد و رفت بزبانی عربی ہوئی۔ جس سے غیر مقلدین کا مقصود علمی موازنہ تھا۔ مناظرہ کا وقت ایک بجے سے پانچ بجے تک کا تھا۔ ملک العلماء اسٹیج پر رونق افروز تھے اور غیر مقلدین کو بھرے مجمع میں چیلنج پہ چیلنج کر رہے تھے مگر افسوس کہ وقت مقررہ پر میدان میں شیر اہل سنت کو دیکھ کر کوئی بھی نہ آیا۔ حاضرین سے تمام جلسہ گاہ بھرا ہوا تھا۔ ہر ایک گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھتا اور پھر رہ جاتا تھا۔ غیر مقلدین کے مناظرین نے سنی شیر کو بلا تو لیا مگر سامنے آنے کا یارانہ تھا۔ غیر مقلد مناظر جلسہ میں نہ آیا اور سب نے راہ فرار اختیار کی۔ ان کے نہ آنے پر عوام بہت متاثر ہوئے اور یہ سمجھ گئے کہ سنیوں کی بات بالکل حق ہے اور یہی صراط مستقیم پر قائم ہیں۔ فوراً دو سو آدمیوں نے وہابیت اور غیر مقلدیت سے توبہ کی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔"

ہفت روزہ دبدبہ سکندری رامپور۔ صفحہ ۷، ۲۰ جون ۱۹۲۵ء جلد اش ۴۸ بحوالہ تاریخ جماعت رضائے مصطفے

عقل لے آئی سلامت دین ودل

دل ، وہ کافر پھر اسی رہ پر گیا

ملک العلماء نے آریاؤں، قادیانیوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور دوسرے فرقہ ہائے باطلہ کے اکڑفوؤں سے متعدد مناظرے کئے اور ہر جگہ سے کامیاب وکامراں لوٹ کر آئے۔ سنیت کے اس شیر پر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کو بھی ناز تھا۔ اس کی تفصیل کے لئے مکتوبات امام احمد رضا بنام ملک العلماء۔ حیات اعلیٰ حضرت دیکھئے۔ گزشتہ صفحہ پر ۲۲ تا ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ بریلی شریف میں تین روزہ کانفرنس میں ملک العلماء کے خطاب کا اقتباس ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ملک العلماء اس وقت شمس الہدی پٹنہ میں صدر مدرس تھے۔ آپ کو خاص جلسہ میں شرکت کرنے کی غرض سے اعلیٰ حضرت نے خط لکھ کر بلایا۔ اور آپ تشریف لے گئے۔ علم مناظرہ کے موضوع پر آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں۔

(۱) ظفر الدین الجید، ۱۳۲۳ھ (۲) شکست سفاہت ۱۳۲۶ھ (۳) گنجینۂ مناظرہ ۱۳۳۴ھ (۴) ظفر الدین الطیب۔

(تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت)

ملک العلماء کی تصنیفی خدمات

حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل مناقب، اخلاق، نصائح، صرف نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تکسیر اور مناظرہ میں آپ کی ستر (۷۰) سے زیادہ کتابیں ہیں۔ تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت میں ۴۰ کتابوں کے نام کی فہرست دی گئی ہے۔ "موذن الاوقات ۱۳۳۵ھ وافیہ ۱۳۳۵ھ علم نحو میں بے مثل اور عام فہم رسالہ، عافیہ ۱۳۳۵ھ علم صرف پر رسالہ (تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت) ان تینوں کتابوں کی سراہنا کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ۔ "آپ کا رسالہ موذن الاوقات آیا نام بھی نہایت مناسب وموزوں پایا اس کے مقصد اول وخاتمہ کو ضرور کھالینا چاہئے اور تذہیب کا حرف بحرف طبع رکھالینا فرض اہم ہے مولانا کسی وقت اپنے آپ کو مشورہ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے۔ آپ کی تصنیف عافیہ وافیہ تقریب پر خوشی ہوئی مگر کاش یہ

وقت آپ نے بہشتی زیور و گوہر کی قلعی کھولنے میں صرف کیا ہو تا تو عمدہ ذخیرہ عقبی ہو۔ جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں۔

حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۷۹/۲۸۰، مکتوب نمبر ۲۵

ماہنامہ "استقامت" کانپور جولائی ۹۶ء تحفظ عقائد نمبر کے صفحہ ۹۸۰ تا ۹۹۳ پر ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کا رسالہ "حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا" شائع کیا ہے۔ جو نادر تحقیقات سے مزین اور معلومات کا خزانہ لئے ہوا ہے اور تقریباً پچاس کتابوں کے حوالے چیخ چیخ کر مخالفین کو آواز دے رہے ہیں کہ دیدہ دانستہ تم مجھے چھپاتے کیوں ہو؟ حوالے کی چند کتابوں کے نام (۱) در مختار (۲) فتاوی ظہیریہ (۳) فتاوی عالمگیری (۴) فتح اللہ المعین حاشیہ کنز بلا مسکین (۵) جامع الرموز (۶) بحر الرائق شرح کنز الافاق (۷) ملتقی الابحر (۸) شرح مجمع الانہر (۹) عینی شرح بخاری (۱۰) فتح الباری شرح بخاری (۱۱) بخاری شریف (۱۲) مسلم شریف (۱۳) التعلیق المجد (۱۴) بدائع الصنائع (۱۵) تبیین الحائق (۱۶) شرنبلالیہ (۱۷) ردالمحتار (۱۸) فتاوی ہندیہ (۱۹) طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح (۲۰) مضمرات (۲۱) شرح نور الایضاح (۲۲) وقایہ (۲۳) فتاوی بزازیہ (۲۴) عمدہ الرعایۃ (۲۵) قسطلانی شرح بخاری (۲۶) نووی شرح مسلم (۲۷) عون المعبود و شرح ابو داود (۲۸) مصنف (۲۹) فتاوی رضویہ (۳۰) تنویر الابصار (۳۱) مجمع الانہر (۳۲) محیط و ہندیہ (۳۳) عینی شرح کنز (۳۴) شرح الیاس (۳۵) مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح (۳۶) مبسوط امام سرخی (۳۷) موطا امام محمد (۳۸) کتاب الآثار وغیرہ۔

ملک العلماء نے ان کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا صحابہ کرام، تابعی و تبع تابعین کا عمل ہے۔ جس پر اہل سنت و جماعت کے لوگ عمل کرتے ہیں۔ ملک العلماء حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے تمام دلائل پیش کرنے کے بعد ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "کتب دینیہ کی روشن تصریحات سے یہ مسئلہ ثابت و مدلل ہو گیا کہ جس وقت امام مسجد میں محراب کے قریب موجود ہو اور مکبّر غیر امام ہو اس وقت امام و مقتدی سب کو چاہئے کہ جس وقت مکبّر حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ یہی مسئلہ ہمارے ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ پس حنفیوں کو چاہئے کہ اس پر عمل کریں اور جو شخص اس مسئلہ میں اختلاف کرے تو اگر وہ خود عالم ہے تو اس کو چاہئے کہ پچاس کتابوں کے مقابلہ میں سو (۱۰۰) ورنہ ساٹھ ہی کتب فقہ سے ایسا ہی واضح طور پر ثابت کردے کہ ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مؤذن جس وقت تکبیر شروع کرے اسی وقت امام و مقتدی سب کو کھڑا ہونا چاہئے یا جس وقت

موذن تکبیر شروع کرے اس وقت امام و مقتدی کو بیٹھا رہنا مکروہ ہے اور اگر مخالفت کرنے والا عامی ہے تو اس کو مضمون ع ایاز قدر خود بشناس

دینی مسئلہ میں ٹانگ اڑانے سے بچنا چاہئے اور اگر رسم و رواج اسے مخالفت پر مجبور کرتے ہیں تو اس کو چاہئے کہ پہلے ہندوستان و پاکستان یا سارے جہاں سے، جہاں سے ہوسکے مستند علمائے دین کے فتاوی منگالے جن میں کم از کم پچاس ہی کتابوں سے حنفیہ کے نزدیک تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہونے کا حکم ہو یا بیٹھے رہنے کی کراہت مدلل ہو اور اسی کو ائمہ ثلاثہ کا مذہب بتاہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرسکتے اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ ہرگز کوئی ایسا فتوی نہیں پیش کرسکتا تو دینی مسئلہ کے مقابل نفسانیت اور ہٹ دھرمی دکھانا دین دار مسلمان کا کام نہیں۔
صفحہ ۹۲/۹۳

تحریر ہو، تقریر ہو، مناظرہ ہو ہر جگہ سنیوں کا شیر یہ کہتا ہو انظر آرہا ہے ؎

موج کیا، گرداب کیا، طوفان کیا، سیلاب کیا
شیعہ دل لے کے ہر پتھر سے ٹکراتا ہوں میں

حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم عالم دین اور مجاہد سنیت کے علمی کارناموں کی قدر نہ ہوسکی جس کا نتیجہ ہے کہ اہل علم کا طبقہ بھی اور خاص طور پر نئی نسل کے پروردہ ملک العلماء کی علمی خدمات سے نا آشنا ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں "جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری" چھ جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد میں تقریبا آٹھ سو صفحات ہیں۔ اس کتاب میں اندازاً آٹھ ہزار احادیث درج ہیں۔

تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت

اسی کتاب کو سب سے پہلے "جماعت رضائے مصطفے" بریلی شریف کے اشاعتی شعبہ نے شائع کیا تھا۔ لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ متعلقہ شعبہ نے کتنی جلدیں شائع کی تھیں۔ کچھ عرصہ قبل اس کی دوسری جلد جو ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔ فقہ حنفی پر یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے کہ اس کو مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہونا چاہئے۔ ہماری بے اعتنائی پر اظہار تاسف کرتے ہوئے مولانا علی احمد مصباحی تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"یہ کتاب اس لائق تھی کہ اس کو احناف کی تمام عربی درس گاہوں میں داخل نصاب کیا جاتا۔ مدرسہ شمس الہدی نے جس کے عرصہ دراز تک مدرس رہے اگر مذہبی تعصب سے داخل نصاب نہیں کیا تو کم از کم ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے اہل سنت کے بڑے بڑے مدارس مثلاً اشرفیہ

مبارکپور، جامعہ اہل سنت ناگپور، جامعہ نعیمیہ مراد آباد، دارالعلوم فیض الرسول براؤں جو مرکزیت کے دعوے دار ہیں نے بھی اس کو درخور اعتناء نہیں سمجھا بالخصوص دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف نے بھی جس کا قیام ہی ملک العلماء کا رہین منت ہے۔ اس کتاب کو داخل نصاب نہیں کیا ان میں سے کسی درسگاہ کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اعلیٰ حضرت کے اس مایہ ناز شاگرد کو اس کتاب کے ذریعے یاد رکھے جانے کا اہتمام کرے۔"

نور مصطفےٰ پٹنہ ستمبر اکتوبر ۱۹۹۰ء

یہ سوز نہاں نہیں ہے دل میں
جلتا ہے چراغ بے کسی کا
حسرت کا لہو بھرا ہے جس میں
وہ جام ہوں دور آخری کا



فکر رضا نئے علاقے فتح کر رہی ہے

از قلم: غلام جابر شمس مصباحی ایم۔اے

مدیر رضا فاؤنڈیشن و مدرس مرکز الثقافۃ السنیہ، کیرالا

امام احمد رضا کون ہے؟ جاننا چاہیے۔ مگر جتنا جاننا، برتنا چاہیے تھا۔ نہ اتنا جانا گیا، نہ ہی اتنا برتا گیا۔ پرائے کی بات ہی کیا؟ اپنوں نے خود چپ سادھ لی۔ پھر کیا تھا۔ غیروں نے ان کی تہہ دار شخصیت اور متنوع کارناموں کو پردہ خمول میں ڈال دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وسعتوں بھری زمین کے بعض حصوں میں وہ عظیم مصلح امت مبہم وغیر واضح ہو کر رہ گیا۔ ہماری جماعت میں ہے کیا؟ دائرے بنانا، الگ الگ خیمے نصب کرنا، دیواریں اونچی کرنا، دڑاریں پیدا کرنا، زندہ حقیقتوں سے انحراف، چیختے تقاضوں سے گریز، سچائیوں سے انکار، صداقتوں سے پہلو تہی، غیر ضروری مسائل وامور سے دلچسپی، جمود و تعطل، ہمعصر حوادث وحالات سے بے خبری وبے بصری۔ یہی سب تو ہے۔ الاماشاءاللہ

سن وسال بدلے۔ فکر کا تیور بدل گیا۔ نئے نئے سسٹم آئے، دین کے دشمنوں نے کتنے چولے، کتنے پینترے بدلے۔ بدمذہبیت کے تعلق سے پورا معاشرہ بھر گیا۔ ان حالات نے کیا کیا غضب ڈھایا؟ ہائے! کیا کیا بیان میں آئے۔ ہم ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ آہ! اتنا سناٹا آواز نہیں آتی۔ ارے ہاں! شور تو ہے باہم کشاکش کا، غوغا تو ہے آپسی جیس ومیس کا۔

مولانا مقبول مصباحی کے ساتھ ایک دن کالیکٹ یونیورسٹی گیا۔ شعبۂ عربی واردو دیکھا۔ پھر یونیورسٹی لائبریری میں گھس گیا۔ عربی اردو کے قریب سارے ہی ذخیرے کھنگال ڈالا۔ درجن بھر کتب کا مصنف موجود تو ضرور تھا مگر زائد یک صد علوم کا ماہر، ہزار کتاب کا مصنف امام احمد رضا کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ کیا کرتا کسمسا کر رہ گیا۔ آج دہلی جائیے، بمبئی جائیے، گاؤں یا شہر، کیا اسکول کیا یونیورسٹی، کسی بک اسٹال پر یا کسی لائبریری میں ہر زبان میں ہر موضوع پر آپ کو ایمان سوز کتابوں کا انبار نظر آئیگا۔ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آنکھیں ابل پڑتی ہیں۔ واہ حسرتاہ! وانداماتاہ!!

ہمیں چاہیئے کہ ہم عقل کے ناخن لیں۔ شعور کی آنکھیں کھولیں۔ حالات کی سنگینی اور رفتار زمانہ

کو محسوس کریں۔ اپنی خود غرضی، مفاد پرستی، نمود و نمائش، علاقائی، لسانی اور گروہی خول سے نکل کر خدا و حبیب خدا ﷺ کی محض رضاجوئی کے لئے کام کریں۔ عظمت رضا پر لگے سوالیہ نشانوں اور برسوں جمی کرچیوں کو کھرچ کر پھینک دیں۔ الزامات کے گھیرے سے باہر نکالنے کے لئے موثر تدابیر اپنائیں۔ علم و فن کے ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں۔ بقائے باہم کے لئے مربوط و منظم ہو کر ایثار و اخلاص کیساتھ کام کریں۔ پھر دیکھئے فکر و قلم کے جلوے اور تنظیم و اتحاد کی برکتیں۔ اے کاش! ہر صوبہ میں صوبائی پیمانہ پر کچھ نوجوان فضلاء اٹھ کھڑے ہوں جو اپنے سینوں میں چاند پہ کمندیں ڈالنے کے جذبات و احساسات کی پرورش کرتے ہوں۔ اور پھر ایک روشن لائحہ عمل بنا کر مرکزی محاذ کی تشکیل ہو یا اس صفت کے کسی جاری ادارہ کا انتخاب ہو جس میں صحیح پندار رکھنے والے علماء بھی ہوں اور سیاسی، سماجی، اقتصادی سچے شعور رکھنے والے عصری دانشور بھی۔ یہ کسی دیوانہ کی بڑ اور نہ ہی غیض و غضب کی آواز سمجھئے بلکہ ایک آہ، ٹیس اور ہوک ہے جو سینۂ سوزاں سے رہ رہ کر ابھر رہی ہے۔ ذرا آپ بھی محسوس کیجئے۔

دو چند ہی تو لوگ ہیں جن کے رویوں سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ترک کردو یہ جھمیلے، آشکار کردو رموز حیات، بدل ڈالو دور حاضر کو، تخلیق کرو ایک عملی زندگی اور برپا کردو ایک نیا انقلاب۔ بھلا ہو درد کے ان ماروں کا جنھوں نے انفرادی یا نیم خام اجتماعی حیثیت سے ہی سہی بروقت نوٹس لی اور کامل حکمت و تدبیر، بصیرت و دانائی، نہ تھکنے والے عزم و حوصلے اور دن رات ڈٹے جٹے رہنے سے رات کے مہیب سناٹے میں فکر و قلم کا وہ سورج اگا ہی دیا جس کی شعاؤں سے دل و دماغ اور فکر و نظر کے بام و در روشن ہو گئے۔ دیش بدیش میں فکر رضا کی ہلچل مچ جانے کے باوجود ابھی خلاء ہے اور بہت بڑا خلاء۔

کیرالا ایک متمدن اور تعلیم یافتہ علاقہ ہے۔ حکومتی رپورٹ میں پڑھا ہے کہ یہاں کی شرح خواندگی سو فیصد ہے۔ معیشت تو مضبوط ہے ہی۔ یہاں کی بے مثال دینی، علمی سرگرمی، تاریخی کردار و عمل اور شمالی ہند کا اس سے عدم تعلق کے بارے میں صاحب سیال قلم مولانا وارث جمال قادری بمبئی لکھتے ہیں۔

"ہم جنوب ہند کے ان عظیم درسگاہوں (جو شہرستان علم و فضل کی شکل میں دین وسنیت کا وقار و عظمت اور پورے برصغیر میں سواد اعظم اہل سنت کا سرمایۂ افتخار بنی ہوئی ہے) سے کوئی سبق حاصل نہیں کر سکے کہ ہم ان سے ایسے لاتعلق اور بے خبر ہیں کہ جیسے ملک کا وہ خوشحال ترین ترقی اور تعلیم یافتہ

علاقہ بر صغیر ہند کی بجائے کسی دوسرے براعظم میں بسا ہو۔ ہمیں یورپ وامریکہ وافریقہ کے مذہبی حلقوں اور وہاں کی دینی خدمات کی خبر تو ہے مگر ہم اپنے ہی ملک کا آباد ایک خطہ (کیرلا) سے بالکل بے خبر ہیں۔ دیوار برلن تو گر گئی مگر نارتھ اور ساؤتھ کے درمیان جو دیوار چین حائل ہے ابھی ہم گرانہ سکے۔"

(سہ ماہی افکار رضا بمبئی شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۶ء)

اس عظیم کاز کے لئے اس راہ میں آگے آیا ایک مخلص و بلند سیرت ملباری نوجوان، مولانا شاہ الحمید۔ اس نے بریلی، مبارکپور اور شمال ہند کے اتنے دورے کیے کہ دیوار چین چور چور ہو کر رہ گئی۔ اور شمال و جنوب باہم بغل گیر ہوئے۔ یہ بھی ایک خوشگوار نتیجہ ہی کہا جاسکتا ہے کہ قائد ملت علامہ ارشد القادری صاحب کا قائم کردہ ادارہ جامعہ حضرت نظام الدین دہلی زیر ملکیت جامعہ اشرفیہ مبارکپور زیر انتظام مرکز الثقافۃ السنیہ کالیکٹ روشن مستقبل کی طرف رواں دواں ہے، نارتھ و ساؤتھ کے مابین تبادلہ طلبہ اور خیالات ور جحانات کی لین دین بھی بڑی خوش آئند ہے۔

رضا فاؤنڈیشن کالیکٹ یہ ادارہ اگست ۱۹۹۶ء میں قائم ہوا۔ اس کے عزائم واهداف بڑے ہی جامع ہیں۔ فاؤنڈیشن چاہتا ہے کہ عربی انگلش اور ملیالم زبان میں خالص دینی لٹریچر تیار کرے اور وسیع پیمانے پر زیادہ سے زیادہ افراد اور علمی مراکز تک پہونچائے۔.............

گو کہ اس نے ابھی کوئی قابل ذکر اشاعتی کام نہیں کیا ہے۔ بس یہ ہے کارگزاری۔ امام احمد رضا کی ندائے یارسول اللہ (اردو)، اذان قبر (ہندی)۔ کیا اولیاء اللہ زندہ ہیں (ہندی)۔ حسام الحرمین (ملیالم)۔ مولانا شاہ الحمید کی تعارف امام احمد رضا (ملیالم)۔ مولانا ابو بکر سالیتھور کی تعارف امام احمد رضا (کناڈا) چھاپی گئی ہے اور کئی ہزار کی تعداد میں یہ کتب کیرالا اور کرناٹک کے بیشتر علاقوں تک پہونچائی گئی ہیں۔ کمیت و کیفیت میں باوزن نہ سہی تاہم ایک خوشگوار رجحان اور بیداری کی لہر پیدا ہو چکی ہے۔ کام کرنے میں سب سے بڑی حائل رکاوٹ یہ ہے کہ فاؤنڈیشن کا مؤسس و محرک (مولانا عبدالستار ہمدانی) زائد دو سال سے محبوس و مقید ہیں جو اپنی نیت میں مخلص علم میں مضبوط، فکر میں پختہ اور تازہ ولولوں کے مالک تھے دعا کیجئے کہ جلد وہ زندانِ جفا شعار سے نکل آئیں۔ باوجود اس کے گنبد رضا سے آراستہ فاؤنڈیشن کا بورڈ لوگوں کو آفس میں آنے، رضا لائبریری، رضا کمپیوٹر دیکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ لوگ آتے ہیں رضا کے نام و کام سے واقفیت حاصل کر کے مسرور ہو کر ہولے ہولے جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک دعوت واشاعت ہی کا ذریعہ ہے۔

کیرلا میں امام احمد رضا کو خال خال ہی چند لوگ جانتے ہیں۔ سطحی انداز سے وہ بھی پڑھے حضرات۔ نئی پود بالکل نابلد ہے۔ اہل شمال کے بڑے پیارے ہیں امام احمد رضا۔ ہر مسئلہ میں ان کا حوالہ دیتے ہیں۔ کیرل والوں کے لئے اچنبھے کی بات تھی یہ۔ بسا اوقات کہہ بھی دیتے۔ تمہارے امام اعظم، غوث اعظم کہاں ہیں؟ ہر وقت رضا رضا کہتے ہو۔ یہ طعن آمیز جملے عدم علم کی بنیاد پر تھے۔ اب دیکھئے کایا کیسے پلٹتی ہے۔ صفر المظفر کا چاند نمودار ہوا تو جہان بھر میں یوم رضا۔ جشن رضا کی تیاری ہوئی ہوگی۔ ذرا دل تھام کر یہاں کی رپورٹ بھی پڑھئے۔

اس چھوٹی سی ریاست سے درجنوں جرائد و صحف نکلتے ہیں۔ چھ، سات تو صرف مرکز الثقافۃ کے ابنائے قدیم واحباب کے زیر ادارت شائع ہوتے ہیں۔ رسائل بینی ان کے یومیہ مشاغل میں شامل ہے۔ سنئے! ملیالم صفحات پر فکر رضا کیسے کیسے جلوہ گر ہو رہی ہے۔ مولانا عمر ثقافی کا مقالہ 'امام احمد رضا اور ان کی حیات وخدمات' روزنامہ "سراج" ۱۹ جون جمعہ ایڈیشن میں چھپا لوگوں نے دلجمعی سے پڑھا۔ بڑا حظ اٹھایا۔ شیخ ابو بکر احمد کا اکلوتا بیٹا مولانا عبد الحکیم ازہری کا عنوان تھا 'امام احمد رضا ایک جامع شخصیت' جو ہفت روزہ "رسالہ" کی زینت بنا۔ 'امام احمد رضا علمائے حجاز کی نظر میں' از قلم مولانا سید طٰہٰ ثقافی پندرہ روزہ "سنی وائس" میں چھپ کر خراج تحسین وصول کیا۔ مولانا یوسف ثقافی کا عنوان تھا 'امام احمد رضا کی شاعری' اور مولانا عبد اللہ ندوی کا موضوع تھا 'امام احمد رضا پر ایک نظر' دونوں علی الترتیب ماہنامہ "سین سنگ" اور ماہنامہ "الارفاد" میں جگہ پایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مطالعہ رضا بزبانِ ملیالم ہو رہا تھا۔ مضامین کے ساتھ ساتھ گنبدِ رضا لازماً چھپوایا گیا۔ روزنامہ اخبار "سراج" میں، تو فل سائز دونوں صفحات پر مضمون پھیلا ہوا تھا اور عین بیچ و بیچ ذرا اوپر گنبدِ رضا و مسجدِ رضا کی صورت دکھائی گئی تھی۔ دوسرے جریدوں میں اندرونی صفحوں پر نمایاں کیا گیا تھا جبکہ پندرہ روزہ "سنی وائس" کے سرورق پر مانندِ بندیا جتن سے سج سنور کر رونما ہوا اور اپنے تیکھے نوکیلے ناک نقوش سے لوگوں کو نہایت متأثر کیا۔ من موہن تو ہے ہی دیدہ و دل موہ لیا۔ کسی کیلئے جانِ جاں تھا یہ، کچھ کیلئے برق تپاں۔ مقالات چھپتے رہے، ہلچل مچتی رہی، تجسس بڑھتا رہا، گویا دبستان کھل گیا۔ یہ محض رب اکبر کی توفیق و عنایت تھی ورنہ بندۂ بے دام کی کیا مجال کہ ان سب کی تیاری و نگرانی اور طباعت کا نظم و اہتمام کرتا کراتا۔ اپنی افادیت کے اعتبار سے اپنی نوعیت کا بامقصد پروگرام تھا یہ۔ معمول توڑا جذبات سے کھیلا، بریلی کا یہ بھکاری امسال عرسِ رضا میں نہ جا سکا۔ کیسے جاتا، نہ جانے ہی میں خیر کثیر رکھا ہوا تھا۔

۲۵، صفر ۲۱ جون اتوار کا دن تھا۔ نکھرا نکھرا ماحول دھلا دھلا منظر، مسکراتی فضا، جوت جگاتی ہوا، مت پوچھئے بہت چہل پہل، بڑی رونق، بے حد خوشی، شمالی طلبہ نے مرکز نوٹس بورڈ پر خود نوشتہ اشتہار آویزاں کر رکھا تھا۔ عالم بے خودی میں دبے پاؤں دن کیسے گزرا پتہ بھی نہ چلا۔ نماز عشاء اور عشائیہ کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے لپ جھپ میں مرکز کانفرنس ہال فل ہو گیا۔ طلبہ تنظیم "احیاء السنیۃ" کے صدر و اراکین لائٹ مائک لگانے اور منبر و منڈپ سجانے میں چست واقع ہوئے تھے۔ مولانا مشتاق احمد نے زمام نظامت ہاتھ میں لی۔ سکنیت و وقار کے ساتھ ایک دلکش آواز ابھری۔ قاری عبدالوہاب ربانی تلاوت کر رہے تھے۔ پھر ملباری اصول کے مطابق راقم السطور کھڑا ہوا اور امام احمد رضا کی ولادت و وفات کے مابین کا دور جو دراصل ہنگامی، انقلابی اور سخت ترین فتنہ سامانیوں کا دور گزرا ہے۔ مذہب، تاریخ اور اس وقت کی سیاست کے پس منظر کا جائزہ لیا۔ بتایا کہ اس عالم ہاؤ ہو میں اسلامیان ہند کے لئے انھوں نے کیا کیا۔ خصوصاً تفسیر، حدیث، فقہ اور سائنسی علوم میں امام موصوف کی مہارت و دسترس اور خدمات و تصنیفات پر باجمال روشنی ڈالی۔ میرے ہٹتے ہی مدیر الجامعہ حضرت مولانا سی۔ محمد فیضی صاحب مائک پر تشریف لائے۔ باب رضا میں زیادہ معلومات نہ رکھتے ہوئے بھی بزبان ملیالم جاندار خطاب فرمایا۔ عربی میں مولانا امام الدین، انگلش میں مولانا سہراب، اردو میں مولانا محمد اصغر علی مصباحی ،اور ملیالم میں مولانا حسن انور ندوی، مولانا عبدالسلام مصباحی، مولانا زبیر ثقافی، مولانا کوثر ثقافی کی پر مغز تقریریں ہوئیں۔ نعت و قصائد سے بھی سامعین کی ضیافت کی گئی مگر مولانا عبدالرؤف نے اس وقت مجمع کا دل اپنے قبضہ میں لے لیا جب انھوں نے جناب رضا میں ملیالم منقبت کوئل کی کوک کے انداز میں پیش کی، شمالی طلبہ کی باچھیں کھل گئیں اور روپے کی برسات کر دی، یہاں کے لئے یہ عجوبہ چیز تھی چونکہ یہ لوگ اس طرح شاعر نوازی نہیں جانتے۔ اور ملباری حضرات اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں پیہم بلند کرتے رہے۔ یہ بھی واضح ہو کہ یہ لوگ نعت و خطاب کے دوران ہم جیسے نعرے نہیں لگاتے بلکہ کوئی پہلو اچھا لگنے پر نہایت شریفانہ انداز میں بیک زبان ہو کر اللہ اکبر پکار اٹھتے ہیں۔

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام شروع ہوتے ہی پوری جلسہ گاہ وجد میں آگئی۔ دعا و فاتحہ اور تقسیم شیرینی کے بعد یہ حسین مجمع ڈیڑھ بجے رات منتشر ہو گیا۔ یوں یہ دن مرکز کے تاریخی البم میں یادگار بن کر محفوظ ہو گیا۔

خاصے کی چیز یہ کہ ماسوائے طلبہ کے معززین اور اساتذہ کی ایک بھاری تعداد موجود تھی مسلسل

پانچ گھنٹے تک یہ پر کیف سفر جاری رہا۔ ہزاروں ناموس کان محوِ سماعت تھے۔ ملت وامت کی ایک عظیم قوت نسل نو اپنے روحانی انقلابی پیشوا سے پہلی بار نامانوس ہو رہی تھی۔ رفعت رضا کا سکہ ان کے دلوں پر بٹھایا جارہا تھا۔ گویا کھوئی دولت انھیں ہم دست ہو رہی تھی۔ یا یوں کہئے کہ ان کا محبوب نقاب الٹ کر ان کے سامنے آگیا ہو۔ ان کو حیرت تھی کہ ہم اب تک کہاں تھے جو بھی زبان دراز تھے رطب اللسان ہو گئے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ ایک ترنگ تھی، ایک تموج تھا، ایک امنگ تھی، ایک سرور تھا اور ان کے لبوں پر یہ عہد جاری تھا ہم بھی جشن رضا منائیں گے۔

اندیشہ تھا کہ جشن فیل نہ ہو جائے اس لئے قبل از وقت افراد کا انتخاب ہوا۔ ذہن سازی کی گئی، تعیین عنوان کے بعد خاص انہماک و توجہ اور دل سوزی کے ساتھ بالعموم تقریریں ملیالم میں ہی تیار کی گئیں۔ نتیجۃً کیرل، کرناٹک، تمل، جزائر لکھدیپ و مالدیپ کی زمینوں اور ذہنیتوں کو فتح کر رہی ہے فکر رضا تحریر و تقریر کے بعد بھی سر چڑھ کر یہ فرمائشیں ہو رہی ہیں کہ فکر رضا کو عربی، انگلش یا ریاستی مقامی زبان کا لباس پہنا کر لاؤ۔ کیوں کہ فکر رضا اردو میں ہے زیادہ تر اور ہم اردو سے نہیں جانتے۔

جغرافیائی اعتبار سے کیرلا جنوبی ہند کے آخری سرے پر واقع ہے اور بحر عرب کے کنارے کنارے آباد۔ عربی ساگر کی مدھر موجیں، بے قرار لہریں اس کی فصل سے آ آ کر اپنا سر ٹکراتی ہیں۔ باد بہاری ایسی کہ معلوم ہوتا ہے کوئے یار سے آتے ہیں یہ لطیف، پر کیف، نرم نرم جھونکے۔ بڑا دل لبھاتا ہے وہ منظر جب دن بھر کا تھکا ہارا سورج جس کی کمزور کرنیں خون کی طرح سرخ سطح آب پر تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہی ہوں سحاب و آب کی اوٹ میں منہ چھپا رہا ہو۔ ذرا پلٹ کر تو دیکھئے تا حد نگاہ دامن کشاں پہاڑوں کی قطار، پھلوں سے لدے ناریل سپاری کے جھاڑ، گل و گلشن کی بہار، شادابیاں حسن فطرت کی غماز، دلکش مظاہر و مناظر، کرشمۂ قدرت کے عکاس، بھرا بھرا دریا، گنگناتے آبشار، خاموش جھیلیں، بل کھاتی شور مچاتی ندیاں، رنگارنگ اڑتے پرندے، گاہ بگاہ جھم برسات کی پھوہار، اوہو غضب! بس سمجھئے کہ بہاروں کی بارات سجی سنوری ہو۔

ارض ہند کا یہی وہ خطہ ہے جس نے صحابہ و تابعین کے قدموں کو اپنے سینہ و سر پر رکھا۔ ان کی راہوں میں اپنی مژگان پلک کا فرش بچھا بچھا دیا۔ غیر منقسم ہندوستان کی سب سے پہلی مسجد یہیں تعمیر ہوئی۔ آج بھی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ دعوت نظارہ دے رہی ہے۔ عہد پارینہ کے آثار واقدار

آج بھی یہاں محفوظ ہیں۔ مزارات صحابہ اور عرب بزرگوں کی قبریں زیارت گاہ خاص وعام ہیں۔ علم و عرفان کے دیپ جگہ جگہ روشن ومنور ہیں۔ تہذیب ومعاشرت پر عرب تمدن کی چھاپ ہے۔ واقعی یہ قطعہ اراضی ہند کے نقشہ پر مبارک ومسعود اور پاک پوتر ہے۔ تاریخ رہنمائی کرتی ہے کہ ہند عرب تعلق براہ تجارت وسیاحت یہیں سے استوار ہوا۔ جب کہ حملہ کی صورت میں یا غلبہ اسلام کی بناپر کراچی (دابیل) ملتان کے ساحلی علاقے اسلامی حکومت وامارت کے زیر نگیں آئے۔ پھر دھیرے دھیرے پورا ہندوستان اسلامی انوار سے جگمگا اٹھا۔

۱۴۹۸ء کا بڑا نا مسعود دن تھا وہ کہ Vasco de gama واسکوڈی گاما منحوس انگریز جاسوس کالیکٹ کے ساحل پر اترا اور ایک دن وہ بھی آیا کہ جنت نشان ہندوستان سات سمندر پار دشمن کے خونی پنجوں میں جکڑ گیا۔ خوب لوٹا۔ خوب چوسا۔ بالکل بے جان کر دیا تا آنکہ اہل وطن نے انگڑائی لی، کروٹ بدلے اور حریت ہند کی لہر چلی ملک آزاد ہوا، نتیجے میں ہم کٹ کر دو نہیں تین ہو گئے۔ یہیں تک بس نہیں بلکہ سب سے بڑی افسوسناک بات یہ ہے کہ استعماری قوتوں کی سازش کے زیر اثر ہندوستانی مسلمانوں نے اپنی وحدت کھودی اور کئی دھڑوں میں بٹ گئے ہماری تاریخ کا یہ حادثاتی باب ہے۔ کیرل ریاست بھی اس سے اپنا دامن نہ بچا سکی نتیجے کے طور پر یہاں بھی اہل سنت کے علاوہ غیر مقلد وہابی کی فسوں کاریاں، مسکین صفت تبلیغی جماعت کی چلت پھرت اور روشن خیال مودودی دانشوروں کی قلمی آوارگیاں وفکری نیرنگیاں عروج پر ہیں مگر غالب اکثریت اہل سنت کی ہے جو مسلکاً شافعی سنی صحیح العقیدہ ہیں۔

دینی وعصری علوم کا حسین سنگم مرکز الثقافۃ السنیہ کالیکٹ ملک بھر میں ممتاز ترین درس گاہ ہے بعض لحاظ سے پورے ملک میں بشمول ندوہ ودیوبند کوئی ادارہ مثال بننے سے قاصر ہے جس کے تحت تعلیمی وصنعتی ۱۸ شعبے رواں دواں ہیں۔ ایک سو پچاس (۱۵۰) اساتذہ پانچ ہزار پانچ سو طلبہ وطالبات کی تعلیم وتربیت میں شب وروز مصروف ومنہمک ہیں۔ دو سو خادمین وملازمین ان کی خوراک وپوشاک اور نظم ونسق کے لئے تعینات کئے گئے ہیں یومیہ خرچ سوا لاکھ روپے کا ہے۔ کمال یہ ہے کہ یہ محض بیس سالہ مرکز اکیسویں بہار سے گزر رہا ہے فضیلۃ الشیخ ابو بکر احمد مد ظلہ ایک بے لوث روح رواں کی حیثیت سے اس کی قیادت کر رہے ہیں۔ وہ ایک ماہر استاذ متبحر عالم، زبردست خطیب ومناظر، دور اندیش مدبر ومفکر، پیکر حکمت وبصیرت، ملت کے درد مند، خلیق وملنسار اور بین الاقوامی شہرت ومقبولیت کی حامل

شخصیت کے مالک ہیں۔ ہمت و حوصلہ اتنا بلند کے دیکھا کیجئے۔ دینی، علمی، سیاسی، سماجی، معاشی وغیرہ۔ میدانوں میں حیرت انگیز کارنامہ انجام دینے والا یہ ساٹھ سالہ مجاہد سو سے زائد مساجد و مدارس کا مؤسس و منتظم ہے۔ نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو مثل سیماب، حرکت و عمل ان کی قسمت ٹھہری ہے۔

ہے رواں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

ان کی بے لاگ خدمتوں نے کیرلا مسلم کو ان کا گرویدہ بنادیا ہے۔ موصوف ان کے عظیم قائد اور عزیز لیڈر رہیں۔ اس طرح وہ اپنی قوم کو بامقصد زندگی سے ہمکنار کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ اور دین وسنیت کا دائرہ بھی سیل رواں کی طرح بڑھتا پھیلتا چلا جارہا ہے۔

آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی بانی سنی جمعیۃ العلماء کیرلا، مفتی فقہ مذاہب اربعہ شمس العلماء احمد کویا شالیاتی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ امام احمد رضا کے شاگرد و خلیفہ تھے وقت اور حالات نے یاوری کی تو موصوف اور مرکز کے بارے میں تفصیل سے سیاہ سفید کرنے کی کوشش ہوگی۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

اعلیٰ حضرت بریلوی کے بعد اہل سنت کا ایک عظیم مصنف

از: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری۔ برہان شریف۔پاکستان

سر پر امام اہل قلم کا سجا ہے تاج
کیا شان فضل حضرت غوث الوریٰ سے ہے
طرز بیاں میں کلک رضا کا ہے بانکپن
ظاہر یہ حسن تیرے قلم کی ادا سے ہے

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اعتقادی خدمات محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے ساری زندگی جہاد بالقلم میں گزاری۔ آپ نے بے شمار موضوعات پر ایک ہزار سے زائد رسائل وکتب کا گراں بہا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ یہ بات باعث شرم ہے کہ آج ان کے وصال کو ۷۸ سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن ابھی تک ان کی تصانیف کی مکمل فہرست منظر عام پر نہ لائی جاسکی۔ ہم ان کی خدمات کو دنیا کے سامنے کما حقہ پیش بھی نہ کرسکے۔ اہل سنت کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔!!

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا، اسے انتہا تک پہنچایا، آپ کی نگارشات اہل سنت کے لئے کافی ووافی ہیں۔ چونکہ زبان عالمانہ اور انداز محققانہ ہے اس لئے آپ کی تحریر اکثر وبیشتر عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ تقریباً تمام تصانیف کے نام ایسے عالمانہ اور تاریخی ہیں کہ نام پڑھتے ہی کتاب کا نفس مضمون اور مصنف کا مؤقف بھی واضح ہو جاتا ہے۔ ایک محقق کا کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے سوچ سمجھ کر اہل علم کو اپنا مخاطب بنایا تھا تاکہ علماء فضلاء کے اذہان کو متاثر کرکے ان کے ذریعے سے ذہنی وفکری انقلاب کی بنیاد رکھی جائے۔“

لٹریچر کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ فروغ اہلسنت کے لئے اعلیٰ حضرت بریلوی نے ایک دس نکاتی پروگرام دیا ہے۔ اس میں کتب ورسائل کی اشاعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

☆ حمایت مذہب و رد بد مذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

☆ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔

(دیکھئے: فتاوی رضویہ جلد ۱۲ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۳۳)

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رفقاء، خلفاء، تلامذہ اور فیض یافتہ علمائے کرام نے ان نکات کی روشنی میں مفید لٹریچر عام کرنے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ مفسر قرآن شیخ الحدیث فیض ملت مولانا الحافظ المفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی دامت برکاتہم العالیہ اہل سنت کے نامور عالم دین ہیں۔ آپ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد رشید حضرت خواجہ محی الدین سیرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید صادق اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نامور خلیفہ ہیں۔ بہاولپور میں آپ نے "جامعہ اویسیہ رضویہ" قائم فرمایا۔ جہاں تا حال اشاعت دین کا مقدس پروگرام جاری ہے۔ تدریس کے علاوہ آپ ملکی سیاست سے بھی گہرا شغف رکھتے ہیں۔۔ مملکت خداداد پاکستان میں نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ کے سلسلے میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔

فاضل نبیل مولانا ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی دامت برکاتہم العالیہ جہاں ایک فاضل مدرس ہیں وہاں تحریر میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں، ایام طالب علمی سے لکھ رہے ہیں، مسلسل لکھ رہے ہیں، لکھتے لکھتے تھکتے نہیں، خوشی سے جامے میں پھولے نہیں سماتے، جہاد بالقلم سے سرشار ہیں، نہ ان کو صلہ کی پرواہ ہے اور نہ ستائش کی تمنا، خود فرماتے ہیں:

"غیر مطبوعہ رسائل و کتب شائع کرنے والوں سے کوئی کمیشن یا فیس کا مطالبہ نہیں، جو چاہے شائع فرمائے، فقیر کو مطلع فرمائیں تاکہ مسودہ روانہ کیا جاسکے۔"

(دیکھئے: علم کے موتی مطبوعہ کراچی صفحہ ۷)

علماء اور اہل فکر و دانش کی بیداری کے لئے ضروری اور بنیادی دینی لٹریچر اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فراہم کر دیا تھا۔ اس کے بعد لٹریچر کے سلسلے میں عامۃ الناس کو مخاطب بنانے والی اور متاثر کرنے والی کتابوں کی شدید ضرورت تھی، اگرچہ علمائے کرام نے اس کمی کو دور کرنے کی سعی کی ہے لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح، ذخیرہ بے بہا فراہم نہ کیا جاسکا۔ اس کمی کو دور

کرنے کے لئے بحر العلوم علامہ محمد فیض احمد اویسی دامت برکاتہم العالیہ میدان عمل میں آئے اور عامۃ الناس کے حلقوں کے لئے اور کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے آسان اور عام فہم لٹریچر مہیا کرنا شروع کردیا۔ تصانیف کے نام بھی عام فہم اور آسان ہیں، یہ نام بھی عامۃ الناس کی دلچسپی کا موجب ہیں تاکہ عام قاری کی دلچسپی برقرار رہے خود لکھتے ہیں:

فقیر نے عربی اور طویل نام لکھنا چھوڑ دیا، اگرچہ اس سے اہل علم کو کوفت ہوتی ہے اور فقیر کی تحقیر بھی ہوتی ہے، لیکن مجبوری ہے کہ عوام سے واسطہ ہے۔"

(دیکھئے: علم کے موتی مطبوعہ کراچی صفحہ ۷)

ماضی قریب میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ انفرادی اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے مختلف موضوعات پر ایک ہزار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ عصر حاضر میں آپ کے شیفتہ و فریفتہ فیض العلماء علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہٗ نے ڈھائی ہزار سے زائد تصانیف صفحۂ قرطاس پر لاکر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یاد تازہ کردی ہے۔

احمد رضا کا تازہ گلستاں ہے آج بھی
خورشید علم ان کا درخشاں ہے آج بھی

عامۃ المسلمین کی اعتقادی و علمی تربیت کے لئے دینی لٹریچر کا بکثرت ہونا ازحد ضروری ہے۔ حال ہی میں علامہ موصوف کی کتابوں کی فہرست بعنوان "علم کے موتی" شائع ہوئی ہے جس میں تقریباً ڈھائی ہزار کتابوں کے نام شامل ہیں۔ میرے ممدوح نے ہر موضوع پر خوب لکھا ہے۔ نہایت مشکل مضامین و مطالب کو نہایت واضح اور عام فہم بنادیا ہے۔ ہر موضوع پر احادیث اور قرآن و تفسیر اور اقوال اکابرین کے بکثرت حوالے دیئے ہیں۔

فیض مجسم علامہ فیض احمد اویسی مدظلہٗ کی تالیفات کا اہم مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہوئے اپنے آقائے دوجہاں فخر کون و مکاں ﷺ کی غلامی اور اتباع رسول مقبول ﷺ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

علامہ فیض احمد اویسی مدظلہٗ قلم و قرطاس سے محبت کرنے والے اور ن والقلم وما یسطرون کی تفسیر عمل کرنے والے ہیں۔ آپ کی تصانیف ادبی، فکری، روحانی اور تحقیقی محاسن سے مالامال ہیں۔ ہر تصنیف میں "احقاق حق وابطال باطل" نمایاں ہے۔ آپ کا خامہ عنبر شمامہ اپنے جلو میں

بے شمار حقائق و معارف لئے ہوئے ہے۔ رشد و ہدایت کا مینار ہیں یا علم کا سمندر بے کنار۔ "تصانیف اویسی" میں ایک سچے عاشق رسول ﷺ کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ ہر تصنیف میں عشق رسول ﷺ کے عناصر موجود ہیں۔ جب کہیں رحمت کائنات فخر موجودات ﷺ کا تذکرۂ حسیں آیا تو خامۂ اویسی محبت کی لے میں سرمست ہو کر چلتا ہے۔ محبت و شیفتگی نمایاں ہوتی جاتی ہے اور پھر عشق و ادب کے دھارے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ الحاصل علامہ فیض احمد اویسی مدظلہٗ دنیائے اہل سنت کی آبرو، قلم کے بادشاہ بلکہ جہاد بالقلم کے غازی ہیں۔ یقیناً ان کا وجود مسعود ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔ سنی اشاعتی ادارے آگے بڑھیں اور تصانیف اویسی (غیر مطبوعہ) کو زیور طباعت سے نوازیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے طفیل سرمایۂ اہل سنت علامہ فیض احمد اویسی مدظلہٗ کی عمر دراز فرمائے۔ تاکہ ان کے علم و عمل کی نورانی کرنیں ہمیشہ دنیائے سنیت کو منور اور تابناک کرتی رہیں۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آلہ واصحابہ اجمعین۔



بقیہ: عرس غریب نواز۔ ایک لمحہ فکریہ

چلتے چلتے ایک بات اور واضح کردوں کہ ان دنوں اعراس اولیاء کی پاک تقریبات میں کچھ نئے مراسم اور جاہلی خرافاتیں بھی جگہ پاگئیں ہیں جن کی شریعت اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ خصوصاً عورتوں کی حاضری نے عرس کے اچھے مقاصد کو غارت کر کے رکھ دیا ہے۔ گرچہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ مگر آج کے اس طوفان بدتمیزی اور بگاڑ کے اس موسم میں ہرگز ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس مسئلہ کے عدم جواز پر ماضی قریب کے عظیم مصلح امت امام احمد رضا نے ایک مستقل کتاب بعنوان "مزارات پر عورتوں کی حاضری" لکھی ہے اور جواز و عدم جواز کے سارے پہلوؤں کو روشن کر کے عدم جواز پر سختی سے دلائل قائم کئے ہیں۔ یہ کتاب المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ یوپی سے منگا کر مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا کے ایک معاصر

شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ

(۱۲۰۸ھ ـــــــــــ ۱۳۱۳ھ)

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، کراچی

بزرگوں سے محبت رکھنا اور ان کے حالات بیان کرنا دراصل اس عظیم نعمت کا شکر بجالانا ہے کہ جس کی طرف قرآن حکیم نے اشارہ فرمایا۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

جس نے حضرات اولیائے کرام کے کمالات کو نہیں پہچانا اس نے اس انمول اور خاص نعمت کی قدر و قیمت کو نہ جانا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرات اہل اللہ کا ذکر دلوں کو قوی و روشن کرتا ہے قرآن کریم میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کی یہی حکمت بتائی گئی کہ اس سے دل قوی ہوتے ہیں۔ اہل اللہ کے ذکر و افکار نے مشرق و مغرب میں ملت اسلامیہ کو جو قوت بخشی اس سے سب باخبر ہیں۔ اولیائے کرام کی نسبت بڑی سعادت ہے۔ نسبت ہی نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہاں سے کہاں پہنچادیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب استاذ اہل کمال کی صحبت اور عارفوں کے دیدار جمال سے بہرہ ور ہو جائے تو ان بزرگوں کے حالات سے باخبر رہنا بھی باعث ہمت افزائی اور تاریکیوں کو ختم کرنے والا ہے، ان کے حالات سے واقف ہونے سے بھی وہی اثر ہوتا ہے جو ان کی محبت سے کیوں کہ در حقیقت یہ بھی ان کی صحبت میں رہنے کے مترادف ہے۔ (الاخبار الاخیار، صفحہ ۲۸)

اولیائے کرام کے ذکر سے طمانیت اور عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہے اور اگر حسن عقیدت ہو تو ہر چیز مشاہدہ بن جاتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی انہیں اولیائے کرام میں ہوتا ہے جن کا ذکر دلوں کو قوی اور روشن کرتا ہے۔

آپ یکم رمضان المبارک ۱۲۰۸ھ بوقت صبح صادق اس دنیا میں تشریف لائے حضرت پیران پیر سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے صبح سے شام تک دودھ نوش نہ

فرمایا۔ تاوقتیکہ وقت افطار آگیا اور جب سب نے روزہ افطار کیا تو آپ نے بھی دودھ پیا، یہی نہیں بلکہ ایام شیر خواری میں جب بھی رمضان المبارک آیا آپ نے دن بھر دودھ نوش نہ فرمایا۔ بے شک اللہ جسے اپنا محبوب بنالیتا ہے اسے شریعت کی پاسداری عہد طفلی ہی سے ودیعت فرمادیتا ہے کہ وہ تو دوسروں کو شریعت کا تابع بنائے گا بھلا خود کیونکر خلاف شرع کام کرے۔ بچپن میں روزہ رکھنا اور دودھ نہ پینا شرعی حکم نہیں مگر آپ کا دودھ نہ پینا آپ کی ولایت کا اشارہ تھا۔

آپ کے والد ماجد شاہ اہل اللہ، لکھنؤ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا سید عبدالرحمن لکھنوی سے ارادت رکھتے تھے، آپ کی ولادت پر انہوں نے ہی آپ کا نام "فضل الرحمن" تجویز کیا تھا اور یہی تاریخی نام بھی ہے۔ (تذکرہ علمائے اہل سنت صفحہ ۲۰۷، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۲ء)

ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی پھر مولانا نور الحق ابن مولانا انوار الحق فرنگی محلی سے تحصیل علم کے بعد مولانا حسن علی لکھنوی کی معیت میں دہلی جاکر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے درس میں شریک ہوئے اور درس بخاری سے فیضیاب ہوئے یہاں آپ نے پوری بخاری شریف کی سماعت کی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر واپس وطن لوٹ آئے۔ علوم ظاہرہ سے سرفرازی کے بعد علوم باطنی کی طلب تھی چنانچہ ۱۲۳۹ھ میں حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی سے بیعت و ارادت کا تعلق قائم کیا اور انہیں کی صحبتیں فیض میں رہ کر منازل طریقت طے کیں۔ حضرت شیخ نے باطنی تربیت کے بعد اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ خلقِ خدا کی تربیت و اصلاح کا جذبہ لئے دہلی سے واپس لوٹے۔ آپ کے اجداد میں حضرت شیخ شہاب الدین زاہد آٹھویں صدی کے ابتداءً میں ہندوستان تشریف لائے تھے اور بہار کو مسکن بنایا تھا۔ (ایضاً)

حضرت مولانا فضل الرحمن علیہ الرحمۃ دہلی سے "ملاواں" واپس لوٹے، یہیں عقد مسنونہ ہوا مگر کچھ ہی عرصہ بعد اہلیہ انتقال فرماگئی۔ ۲ محرم الحرام ۱۲۴۲ھ کو آپ "ملاواں" سے ہجرت کرکے گنج مراد آباد" وارد ہوئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ کافی عرصہ تک مطابع میں قرآن پاک کی کتابت کی تصحیح کا کام کرتے رہے، پھر سلسلہ تبلیغ شروع کیا دور دراز کے سفر طے کئے اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ (ایضاً)

۱۶، ربیع الاول ۱۲۴۳ھ کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کے دیوان ریاست میر کریم شیر علوی کی بھتیجی سے آپ کا دوسرا عقد ہوا جن سے ایک فرزند مولانا شاہ محمد میاں ۲۲، محرم الحرام

۱۲۴۴ھ کو پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ نہایت متقی و پرہیزگار تھے، ایک جگہ تحدیث نعمت کے طور پر خود فرماتے ہیں کہ۔

"خدا کا ہم پر کرم ہے کہ ہم تین برس کی عمر سے استنجے اور ڈھیلے لینے کے پابند رہے اور تین سال ہی کی عمر سے وضو کر کے نماز پڑھتے، سات برس کی عمر ہوئی تو ہوش سے نماز ادا کرتے رہے اور دس برس کی عمر سے اب تک (۱۳۱۳ھ) باجماعت بفضل نماز ادا کرتے رہے۔

(تذکرۂ رحمانی، صفحہ ۱۳۷، مطبوعہ کراچی)

آپ نے نہایت سادگی سے زندگی بسر کی، اللہ نے تمام نعمتوں سے نوازا تھا مگر فقط ایک جوڑا بدن ڈھانپنے کو ہوتا، جب تک وہ خراب نہ ہو جاتا، دوسرے کی خواہش نہ کی۔ مونگ کی دال اور چاول کثرت سے استعمال فرماتے، مکی اور باجرے کی روٹی بھی پسند کرتے بلکہ آخری ایام میں تو بس یہی غذا تھی، اپنے مہمانوں اور عقیدت مندوں کی بھی اسی سے تواضع فرماتے۔

آپ شریعت و سنت کے پابند تھے۔ ہمیشہ سفید لباس پسند کرتے، سر پر سنت کے مطابق عمامہ ہوتا کبھی کبھی ٹوپی تھی استعمال فرماتے۔ نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے کے علاوہ تہجد اور اشراق و چاشت کے بھی پابند تھے۔ آداب مسجد اور احترام سنت کے خود بھی پابند تھے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے رہتے ننگے سر آنے والوں کو تنبیہ فرماتے، عقیدت مندوں کو مسجد میں سونے اور قیام و طعام نہ کرنے دیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے مشہور کیا کہ شریعت الگ چیز ہے اور طریقت الگ، آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے سخت جدوجہد کی اور فرمایا کہ

"تصوف (طریقت) میں محبت رسول ﷺ لازم ہے اور محبت رسول ﷺ کے لئے اتباع سنت دلیل ہے۔" (تذکرۂ رحمانی)

آپ کو قرآن و حدیث پر کامل دسترس حاصل تھی، روزانہ نماز عصر کے بعد ارادت مندوں کے لئے درس قرآن و حدیث ارشاد فرماتے جب کہ صبح کو نماز چاشت تا ظہر بھی درس حدیث فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا درس عقائد و اعمال کی درستگی اور اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت دلوں میں اجاگر کرنے کا سبب ہوتا چنانچہ ایک مرتبہ آیۂ مبارکہ فَيُمْسِكُ الَّذِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ الخ کے ضمن میں فرمایا کہ خدا روح کے ارسال و تمسک دو حالتوں کو بیان فرماتا ہے کہ روح جسم سے باہر

نکال بھی لی جاتی ہے اور جسم میں چھوڑ بھی دی جاتی ہے اب اگر روح کو روک کر وہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع کردے تو موت عارضی ہوگی لیکن اگر روح نکال کر وہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع نہ کرے تو جسم میں حیاتی صفت بخوبی باقی و ساری رہتی ہے پس جن بندوں کے ساتھ خدا روح کا بدنی تعلق باقی رکھتا ہے وہ حیاتی صفت سے بہر حال مالا مال رہتے ہیں، کل انبیاء و سردار انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے حیات جسمانی بھی ذاتی صفت ہے جو موت عارض ہونے سے زائل نہیں ہوپاتی۔ (تذکرۂ رحمانی صفحہ ۱۵۴)

ایک مرتبہ دوران درس امیر الملک نواب صدیق حسن خان بھوپالی حاضر ہوئے فرمایا میاں صدیق حسن۔ تم نے اپنی کتاب "مسلک الختام" میں جو لکھا ہے وہ سناؤ، چنانچہ عبارت سنائی گئی۔

"التحیات میں السلام علیک سے خطاب اس لئے ہے کہ آنحضور علیہ السلام عالم کے ذرے ذرے میں موجود ہیں نمازی کو چاہیے کہ آنحضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر جان کر التحیات میں سلام عرض کرے کیوں کہ نمازی کی ذات میں بھی آپ موجود و حاضر ہیں۔"

اس پر آپ نے فرمایا کہ:

"شاباش حق پسندی اسی کا نام ہے خود سوچیں کہ جب آنحضور علیہ السلام عالم کے ذرے ذرے میں موجود و حاضر و ناظر ہیں تو پھر حیات حقیقی سے کیسے سرفراز نہ ہوں گے، مانی ہوئی حقیقت سے روگردانی ایمان کب ہے" (ایضاً صفحہ ۱۵۶)

دیگر کتب احادیث پر عبور کے علاوہ بخاری شریف آپ کو یاد تھی، چنانچہ ایک مرتبہ مولانا احمد حسن محدث سہارنپوری (م۔ ۱۳۲۲ھ) آپ کی خدمت میں بخاری شریف کا ایک نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنی نگرانی میں عمدہ کاغذ پر خوشخط بخاری شریف چھپوائی ہے۔ آپ نے بخاری شریف کا وہ نسخہ لے کر بلا کسی انداز کے صفحہ کھولنا اور غلطیاں بتانا شروع کردیں کہ یہاں غلطی ہے، یہاں یہ غلطی ہے، مولانا موصوف سہارنپوری کہتے ہیں کہ میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میں نے آٹھ سال تک اس کی کتابت کی خود تصحیح کی ہے لیکن مجھے یہ غلطیاں نظر نہ آئیں اور دوسری حیرت اس بات پر کہ آپ ایسے غلطیاں بتا رہے تھے جیسے کہ آپ نے یہ جدید نسخہ بخاری میرے دکھانے سے قبل دیکھا ہوا ہو۔

(تذکرۂ رحمانی ۱۳۲)

آپ کی زندگی کا اکثر حصہ حصول علم اور پھر دین کی تبلیغ واشاعت کی خاطر سفر میں گزرا۔ جب

عمر زیادہ ہوئی تو ترک سفر کر کے گنج مراد آباد ہی میں مستقل قیام کیا، یہاں عقیدت مندوں کے علاوہ بڑے بڑے اکابر علماء اور مشاہیر آپ سے ملاقات کو حاضر ہوئے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ بھی حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ کی سفاقت میں آپ سے ملاقات کو حاضر ہوئے، جب مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کو امام احمد رضا خان محدث بریلوی کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو فرمایا یہاں فقیر کے پاس کیا رکھا ہے! ان کے دادا عالم ہیں ان کے والد عالم ہیں پھر بھی یہ شفقت فرمائی، آپ نے امام احمد رضا خان محدث بریلوی کی آمد پر قصبہ سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور اپنے مخصوص حجرے میں مہمان ٹھہرایا۔ عصر کے بعد معمول کے درس میں حاضرین سے مخاطب ہو کر ان کے بارے میں فرمایا کہ

"مجھے آپ کی پیشانی میں نور ہی نور نظر آتا ہے۔"

پھر اپنی کلاہ امام احمد رضا کو عنایت کی اور عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

(تذکرہ رحمانی صفحہ ۳۲۲/ تذکرہ علمائے اہل سنت صفحہ ۲۰۸)

ڈاکٹر علامہ اقبال ایک مرتبہ وزیر بھوپال منشی امتیاز علی کے ہاں لکھنؤ میں مہمان تھے انھوں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کا ذکر کیا تو علامہ موصوف منشی امتیاز علی کے ہمراہ ملاقات کو حاضر ہوئے، بوقت ملاقات خواہش ظاہر کی کہ کوئی ایسا وظیفہ ارشاد فرمائیں جس سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ

"والہانہ محبت خود سبب دیدار ہے تم اپنے میں وہ بات پیدا کرلو کہ آنحضرت علیہ السلام کی نگاہ مبارک خود تمھاری طرف اٹھ جائے یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے۔" (تذکرۂ رحمانی صفحہ ۱۱۸)

آپ نے ۱۰۵ سال کی طویل عمر پائی اور ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ کو وصال فرمایا۔ گنج مراد آباد (ہندوستان) میں مزار مرجع خلائق ہے جہاں ہر سال آپ کا عرس عقیدت واحترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ احمد میاں فضل رحمانی (۱۲۴۴ھ۔ ۱۳۳۵ھ) اور پھر پوتے حضرت مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں فضل رحمانی (۱۲۹۹ھ۔ ۱۳۸۱ھ) مسند رشد وہدایت پر متمکن ہوئے مولانا سید محمد قاسم حسین ہاشمی مصطفائی فضل رحمانی (بانی خانقاہ مصطفائی، صوفی ٹولہ، بریلی شریف) حضرت مولانا شاہ محمد رحمت اللہ فضل رحمانی کے مشہور خلفاء سے تھے۔ آپ کا مجموعۂ کلام "بہشتی چراغ" اور رسائل "یادِ فیضانِ شریعت" اور "میلاد کا راز" آپ کی یادگار ہیں۔

ماخذ مراجع

١۔ قرآن حکیم

٢۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبوعہ کراچی

٣۔ علامہ شاہ بھولے میاں جوہر فضل رحمانی، تذکرہ رحمانی، مطبوعہ کراچی

٤۔ مولانا محمود احمد قادری، تذکرہ علماء اہلسنت، مطبوعہ کانپور ١٩٧٦ء

٥۔ سید حاجی محمد قاسم حسن ہاشمی فضلِ رحمانی، میلاد کا راز، مطبوعہ کراچی

٦۔ مولانا سید حاجی محمد قاسم حسن ہاشمی مصطفائی فضلِ رحمانی، یادِ فیضانِ شریعت، مطبوعہ کراچی

عرس غریب نواز ـــــ ایک لمحۂ فکریہ

از قلم: غلام جابر شمس مصباحی مدیر رضا فاؤنڈیشن، کالیکٹ، کیرالا

سلطان الہند حضور معین الدین غریب نواز قدس سرہٗ کا ۷۸۶ واں عرس امسال بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ جس کی تیاری بڑے زور و شور اور شوق وانہماک کے ساتھ ملکی پیمانے پر کی گئی۔ بزرگوں کا عرس و زیارت کرنا۔ ان کے مزاروں پہ دعاو فاتحہ کرنا۔ ان کا روحانی فیضان و فریاد رسی تصرف واختیار اور ان سے استعانت واستمداد ان سب کی شرعاً کیا حیثیت ہے یا حضور غریب نواز قدس سرہٗ کے حالات و خدمات، فضائل و کرامات، محاسن و مناقب اور کشف و کمالات کیا تھے ان سب موضوعات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ابھی بہت کچھ لکھا جانا چاہئے۔

سر دست میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ملک کا نقشہ بڑی تیزی سے بدل رہا ہے۔ حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آئے دن فسادات اور ہماری ہلاکت و بربادی اور مسلم کشی کی منظم سازش رچی جا چکی ہے۔ سیاست و قیادت میں ہم بالکل بے وزن، عدالتی و فوجی نظام میں ہم نہیں کے برابر۔ تعلیمی اداروں اور تجارتی منڈیوں سے ہماری بے دخلی۔ غرض یہ کہ زندگی کا ہر طاقتور شعبہ ہماری دسترس سے باہر ہے۔ ۱۹۹۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں ۲۲ بائیس کروڑ سولہ لاکھ مسلمان ہیں جن کا وجود شک وشبہ اور تعصب و تنگ نظری کے گھیرے میں گھرتا چلا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی ایک افسوسناک پہلو ہے کہ اسلامیان ہند خود آپس میں ایسے دست بگریباں ہیں کہ مسلم وحدت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی ہے۔ ان تمام باتوں سے یقیناً آپ غافل و بے خبر نہیں ہوں گے۔ اور اس پوزیشن میں نہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلم مستقبل روشن و تابناک ہے۔

تو پھر کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ مسلمان اپنی آنکھیں کھولیں۔ اجتماعی سوچ و شعور کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں۔ کامل بصیرت و حکمت کے ساتھ منظم و متحد ہو کر مسلم معاشرہ کو آلودگیوں سے پاک کریں۔ بہتر و باعظمت سوسائٹی کی تعمیر و تشکیل کریں اور ایک باوقار مستقبل کی بازیابی کے لئے سرگرم ہو جائیں۔ ورنہ بعید نہیں ہے کہ ہندوستانی مسلمان بھیانک تباہیوں سے دوچار ہو جائے اور اپنی سیماو منزل کھودے۔

سلطان الہند کا آستانہ ایک ایسے روحانی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے کہ جہاں مسلمانوں کو جمع کیا

جاسکتا ہے۔ روحانی فیضان تو یقیناً جاری ہے اس لئے کہ لاکھوں عقیدت مند کروڑوں روپے نذر کرتے ہیں۔ گویا شب و روز وہاں روپیوں کی بارش ہوتی رہتی ہے مگر نہ تو وہاں کوئی ادارہ ہے اور نہ کچھ عوامی و سماجی خدمات ہیں اور نہ ہی کوئی ملی و مذہبی تنظیم و تحریک ہے جس سے قومی فلاح و بہبود کا کوئی کام ہوتا ہو۔ اگر کچھ ہے بھی تو کھانے میں نمک کے برابر سے بھی کم پھر یہ کروڑوں اربوں روپے کی رقم آخر کس مصرف میں خرچ ہوتی ہے اور یہ بھی اندھی عقیدت ہی کہی جائے گی کہ ملت اسلامیہ زخموں سے لہولہان اور روشن مستقبل سے مایوس ہے۔ اور لوگ لاکھوں کی بیش بہا چادر، منوں گل و گلدستے چڑھانا بھاری رقم کی نذر پیش کرنا اور راکٹ و ہیلی کاپٹر سے پھول کی برسات کرنا فخر اور دین کی بہت بڑی خدمات سمجھتے ہیں۔ آیئے ذرا دیکھئے حضرت سید شریف المدنی علیہ الرحمہ کا آستانہ جو اُلال ضلع کاسر کوڈ کیرلا میں واقع ہے۔ بہ نسبت اجمیر شریف کے بہت چھوٹی درگاہ ہے، روحانی فیض بخشی کا دریا تو موجزن ہے ہی مگر تعلیمی و قومی خدمات کا دائرہ کس قدر پھیلا ہوا ہے یہ سب درگاہ کمیٹی کا تعمیر ملت میں اہم کارنامہ ہے جو انتظامیہ کے اخلاص، ملی دردمندی اور حسن نیت کا پتہ دیتا ہے۔ سید شریف المدنی ٹرسٹ اُلال کی بے لوث خدمتوں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے۔ مختلف مقامات میں چلنے والے مدارس دینیہ کی تعداد اکیس ہے ان میں کئی بڑے دار العلوم و یتیم خانہ ہیں اطراف و جوانب میں تعمیر کردہ مساجد کی تعداد سترہ ہے۔ سلطان ٹیپو کالج ایک، سید مدنی ٹیکنیکل انسی ٹیوٹ ایک، سید مدنی اردو ہائی اسکول ایک، سید مدنی پرائمری اسکول ایک، سید مدنی چیریٹیبل ٹرسٹ ایک اور اسپورٹس، جمنازیم (ورزش گاہ) تین ہیں۔ ان اداروں میں زیر تعلیم طلبہ و طالبات کی تعداد فی الوقت چھ ہزار ہے۔

غریب نواز عرس کمیٹی اجمیر اور غریب نواز کے کروڑوں دیوانوں کے لئے چند مخلصانہ مشورے جو خراج عقیدت پیش کرنے کا حسین انداز اور خدمت خلق و تعمیر ملت کا سنگ میل ثابت ہو سکتے ہیں۔ مثلاً دار العلوم و یتیم خانہ قائم کیا جائے جہاں قوم کے غریب و نادار و یتیم بچے تعلیم پا کر اپنی شرح غریبی کی سطح سے اوپر اٹھ سکیں اور قوم و ملت کی نمایاں خدمات انجام دے سکیں۔ طبیہ کالج، انجینیرنگ کالج، میڈیکل کالج، ٹیکنیکل انسی ٹیوٹ کھولا جائے جہاں اعلیٰ و اوسط درجے کے نونہالان ملت دینی سانچے میں ڈھل کر عصری تعلیم و روزگاری علوم حاصل کر سکیں اور ملک و وطن کا سوجھ بوجھ والا شہری بن کر ملکی انتظامات میں حصہ لے سکیں، غریب نواز لائبریری کا قیام ہو جس میں جدید و قدیم علوم و فنون کا ایسا ذخیرہ ہو کہ عالم کے محققین متوجہ ہوں اور دینی دعوت و تبلیغ کا ایک ذریعہ بن جائے۔ غریب نواز

ہاسپٹل قائم ہو جہاں محتاج و مجبوروں کا فری یا نیم وظیفہ سے علاج معالجہ کا چلن ہو۔ غریب نواز کالونی بنائی جائے اور بے مکانوں کو یا جن علاقوں میں مسلمان اقل قلیل ہیں اور اسلام دشمن قوتوں کے نرغے میں ان کے جان و مال اور دین و مذہب کو مرمٹنے کا سخت خطرہ لاحق ہو گیا ہو انہیں غریب نواز کالونی میں یا مسلم اکثریتی علاقے میں منتقل کیا جائے۔ بلا سودی بنکنگ نظام، ریلیف کمیٹی اور رفاہی، فلاحی فنڈ کی تنظیمیں تشکیل دی جائیں جہاں سے بے روزگاروں کے لئے معاش و روزگار کی راہیں ہموار ہوں یا فساد زدگان کی راحت کاری، امداد بیوگان اور بے سہارا لڑکیوں کی شادی کے لئے مؤثر قدم اٹھایا جاسکے۔

یہ سارا پروگرام آئین ہند کو سامنے رکھ کر بالکل امن و امان، بالغ حکمت و دور اندیشی اور مکمل صبر و ضبط کے ساتھ عمل میں لایا جائے، لائحہ عمل واضح ہو، محل وقوع مناسب ہو، خود راجستھان پسماندہ ریاست ہے وہاں ہو یا مختلف ریاستوں میں ہو، یہ باشعور درد مندان ملت اور عقیدت مندان غریب نواز کی صوابدید پر موقوف ہے۔ یہ سب حضور غریب نواز کے نام اور خراج عقیدت کے طور پر ہو۔

میری ان کج مج تحریروں کو ہدف تنقید و ملامت بنا کر اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ دل پر ہاتھ رکھ کر ذرا سنجیدگی سے سوچیں کہ مسلمان کس قدر غربت و افلاس، جہالت و بے روزگاری اور تعلیمی و معاشی بدحالیوں سے دوچار ہے اور کہیں اربوں کھربوں کا قومی سرمایہ بے جا استعمال ہو رہا ہے۔ یا محض استحصال ہی کہا جاسکتا ہے۔ یہ پیغام محض اجمیر درگاہ انتظامیہ کے لئے خاص نہیں بلکہ ملک کی ساری چھوٹی بڑی درگاہ کمیٹیوں کے لئے عام ہے۔ درگاہیں تو امیدوں کی آماجگاہیں ہیں۔ باطنی و روحانی فیضان کے ساتھ ساتھ اگر ظاہری و مادی عوامی فیض رسانیوں کی تجاویز پر غور کیا گیا تو کشتیٔ ملت کسی بھی بھنور سے بچ سکتی ہے اور ایک پاور فل انقلاب پیدا ہو سکتا ہے اس لئے کہ مادی وسائل کی اہمیت ہر دور میں رہی ہے، جب کہ آج کا زمانہ مادہ پرستی میں سبقت لے گیا ہے۔

جہاں کہیں بھی عرس ہوتا ہے ہونا چاہئے کوئی کم نصیب ہی اس کے شرعی مقاصد سے انکار کرسکتا ہے۔ لیکن ایک دانا مومن تو برکتیں تو ضرور اٹھائیگا۔ مگر ہاں! عرس کمیٹیاں اور حاضرین و زائرین دین اسلام کو بدنام ہونے سے بچائیں نہ میلے ٹھیلے کا رش ہو، نہ مرد و زن کا اختلاط۔ کوئی ایسی نازیبا حرکت نہ ہونے پائے جس سے مذہب کے لب و رخسار پر دھبہ آئے۔ یاد رکھیے! اگر دین کی رسوائی، شریعت کی بے توقیری اور قانون اسلام پامال کیا گیا تو جہنم کے بھڑکتے شعلے اور نہر خیال کا ابال تمہارے انتظار میں ہے۔ باقی

صفحہ: ۵۲

روداد پاکستان

از : محمد زبیر قادری

سفر وسیلۂ ظفر ہوتا ہے اور چونکہ میرا تعلق کتابوں سے ہے اور میں نے کتابوں کے ذریعہ سے ہی دنیا کو پڑھا ہے اور سمجھا ہے اس لئے دنیا دیکھنے کا اشتیاق مجھ میں بہت ہے۔ اور جب سے دینی کاموں کی طرف رجحان ہوا ہے میرے اس شوق کی تکمیل دینی اجتماعات میں شرکت سے، تو کبھی عرسِ اعلیٰ حضرت میں شرکت سے ہو ہی جاتی ہے۔ اسی لئے گزشتہ چند سالوں سے بریلی شریف کی حاضری ایک معمول بن گئی ہے۔ اور اسی بہانے حضور خواجہ غریب نواز (اجمیر شریف) اور دہلی کے اولیائے کرام کی زیارت بھی ہو جاتی ہے۔

امسال بھی عرسِ رضا میں حاضری ۲۳، ۲۴، ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ / ۱۹، ۲۰، ۱۲ جون ۱۹۹۸ء ہوئی۔ اور واپسی کے وقت دہلی میں پاکستانی ویزہ کے حصول کے لیے کوشش کی تو باسانی ویزہ حاصل ہو گیا۔ یقیناً یہ فیضِ رضا کا صدقہ ہے۔ ویسے تو اس سے قبل میں دو مرتبہ پاکستان جا چکا ہوں مگر اس مرتبہ مقصودِ سفر پاکستان میں اہلسنت و جماعت کے کاموں سے استفادہ کرنا، رضویات پر لکھنے والوں سے تبادلہ خیال کرنا اور اہلسنت کی تازہ مطبوعات جو ابھی تک ہندوستان نہیں پہنچی، انہیں حاصل کرنا تھا۔ اور اسی بہانے اعزا و اقارب سے ملاقات بھی ہو جاتی۔ ویزہ ملتے ہی جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

۱۴، جولائی ۱۹۹۸ء کو پی آئی اے کی فلائٹ سے ۱۲، بجے دوپہر ممبئی سے کراچی کے لئے روانگی ہوئی۔ پونے دو بجے پاکستان کی سرزمین پر اترا۔ فوراً ٹیکسی کر کے ماموں کے گھر کی طرف روانہ ہوا جو کہ موسیٰ کالونی نزد کریم آباد میں واقع ہے چونکہ یہ میرا تیسرا سفر تھا اس لئے راستوں کو پہچاننے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ پانچ سال کے عرصہ میں کوئی بڑی اور نمایاں تبدیلی نظر نہیں آئی۔ کراچی بہر حال ممبئی شہر سے کافی خوبصورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کراچی بہت بڑے علاقہ میں پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ ممبئی نہایت ہی مختصر سی پٹی پر آباد ہے، جس کے تین اطراف میں پانی اور چوتھی طرف آمد و رفت کا راستہ ہے۔ اور اتنی مختصر سی جگہ پر ایک کرور سے زیادہ لوگ آباد ہیں۔ ہر جگہ انسان ہی انسان نظر آتے ہیں جیسے یہ انسانوں کا کوئی جنگل ہو۔ کراچی کی آبادی بھی تقریباً ممبئی جتنی ہے لیکن رقبہ کی لحاظ سے بڑا

ہونے کی وجہ سے یہاں وہ مسائل نہیں جو کہ ممبئی میں نظر آتے ہیں۔ یہاں کی سڑکیں کافی کشادہ ہیں، اتنی کہ یہاں کی یک طرفہ سڑک (One way road) میں ممبئی کی دو طرفہ سڑک (Two way road) باسانی سما جائیں۔ شاید اسی وجہ سے گاڑیاں بہت تیز رفتاری سے چلتی ہیں جبکہ ممبئی میں عموماً ۴۰ کی اسپیڈ سے گاڑیاں چلتی ہیں کیوں کہ کثرتِ آبادی کی بناء پر گاڑیوں کے ساتھ پبلک بھی روڈ پر چلتی ہے۔

ٹیکسی نے تقریباً نصف گھنٹہ میں مجھے اپنے عزیزوں کے گھر موسیٰ کالونی پہونچادیا۔ یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ کراچی کے حالات ان دنوں بہت خراب چل رہے ہیں۔ کاروبار سب ٹھپ پڑے ہیں، بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے اور مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے۔ اس کی واحد وجہ بموں کی سیاست ہے۔ ہند و پاک میں حال ہی میں کئے جانے والے نیوکلیر بم دھماکوں نے دونوں ہی ملک کی معیشت کو تباہ کر دیا ہے۔ عوام دونوں ہی جگہ پریشان ہیں۔ بڑے ممالک نے بھی امداد سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ اسی بناء پر دونوں ممالک کی حالت خستہ ہے۔

اعزا و اقارب سے مل کر فوراً ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے دفتر فون کیا۔ ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری سے گفتگو ہوئی۔ ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوا۔ جی چاہتا تھا کہ ملنے کیلئے اڑ کر چلا جاؤں لیکن جب میں نے ملاقات کیلئے آنے کا اظہار کیا تو انھوں نے منع کر دیا کہ ہمارے علاقہ میں حالات ٹھیک نہیں ہیں یہاں کسی کا قتل ہو گیا ہے اس لئے علاقہ بند کیا جا رہا ہے، آپ کل آجانا اور دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ ہی کھانا۔

تھوڑی دیر کیلئے یہاں کے غیر یقینی حالات نے پریشان کر دیا۔ میں نے سوچا کہ میں یہاں صرف بیس (۲۰) دن کیلئے آیا ہوں اگر یہی حالات رہے تو جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس جانا پڑے گا۔ ممبئی کے اخباروں میں کراچی کے دنگے، فساد اور جھگڑوں کے بارے میں ہمیشہ خبریں آتے رہتی ہیں کبھی مہاجر سندھی فساد، کبھی شیعہ سنی (درحقیقت شیعہ وہابی) فساد وغیرہ۔ غرضیکہ مذہبی، سیاسی، لسانی، علاقائی فسادات کی خبریں تواتر سے آتے رہتی ہیں اور آخر میں "آج۔۔اتنے آدمی ہلاک ہو گئے اور اس سال مرنے والوں کی تعداد۔۔اتنی ہو گئی" کا اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن مجھے ان خبروں پر کبھی پورا یقین نہیں آتا اور انشاء اللہ کبھی آئیگا بھی نہیں کیونکہ پوری دنیا کے میڈیا (ذرائع ابلاغ) پر باطل طاغوتی طاقتوں کا قبضہ ہے۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم دنیا بھر میں اتنی بڑی تعداد میں اور کثیر سرمایہ رکھنے کے باوجود اپنا ذاتی میڈیا (ذریعہ ابلاغ) نہیں رکھتے۔ ہمیں بوسنیا، فلسطین، چیچنیا، الجزائر، افغانستان، عراق وغیرہ میں مرنے والے مسلمانوں کی اطلاع بھی یہود و عیسائی ذرائع ابلاغ سے ملتی ہے۔ آج کی دنیا کا سب سے مہلک ہتھیار

میڈیا ہے، اب جنگ و جدل کے ذریعے سے کسی قوم یا علاقہ کو ختم کرنے کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی۔ طاغوتی طاقتیں میڈیا کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ دوسری قوموں پر اثرات مرتب کرتی رہتی ہیں اور اس حد تک اثر انداز ہو جاتی ہیں کہ کسی بھی ملک یا قوم کی ثقافت، معاشرت اور نظریات کو بدل دیتی ہیں۔ انھی طاغوتی طاقتوں یعنی یہودی اور عیسائی سازش کا ایک حصہ ہے کہ مسلمانوں (اہل سنت وجماعت) کو اس قدر بدنام کیا جائے کہ انکی کوئی حیثیت ہی نہ رہے۔ انھیں آپس میں لڑایا جائے، ان کے درمیان فرقے پیدا کئے جائیں، اور انکے مخالف باطل فرقوں کی مدد کر کے انتشار پیدا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج "کراچی میں سنی نے شیعہ کو مارا"۔ "افغانستان میں ایک قبیلہ نے دوسرے پر حملہ کر دیا" اس طرح کی خبریں فوراً دنیا بھر میں پھیلا دی جاتی ہیں۔ مگر کبھی یورپ یا امریکہ سے ایسی کوئی خبر نہیں آتی کہ "ایک کیتھولک عیسائی نے پروٹسٹنٹ عیسائی کو ہلاک کر دیا" یا "عیسائیوں کے ایک گروہ نے مخالف فرقہ کے عیسائیوں پر حملہ کر دیا"۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے....؟ میڈیا کو پاکستان، افغانستان، عراق، لیبیا، سوڈان، الجزائر، روس کی مسلم ریاستوں سے اس قدر کیوں دلچسپی ہے؟ یہ طاغوتی طاقتیں ہی مسلمانوں میں انتشار پیدا کرتی ہیں اور پھر مسلمانوں کو لڑاتی ہیں اور جب مسلمان ہتھیار اٹھاتے ہیں تو اس کی خوب تشہیر کی جاتی ہے۔ اور انھیں بنیاد پرست **(Fundamentalist)** اور دہشت گرد **(Terrorist)** کے خطابات دیئے جاتے ہیں۔ ان وجوہات کی بناء پر میں ذرائع ابلاغ کی خبروں پر بھی مکمل اعتماد نہیں کرتا کیونکہ جو خبریں طاغوتی نظریات کے لئے مفید ہوتی ہیں وہی اخباروں کی زینت بنتی ہیں۔

کراچی کے حالات سے متعلق خبریں ممبئی کے اخباروں سے ملتی رہتی تھیں۔ ان خبروں کے پڑھنے سے یہ ذہن بنتا تھا کہ کراچی میں آئے دن دنگے فساد ہوتے رہتے ہیں اور روزانہ پانچ دس بے گناہ مارے جاتے ہیں۔ عوام الناس کی زندگی اجیرن ہے۔ میں سوچا کرتا تھا کہ ہندوستانی اخباروں میں ان خبروں کو بڑھا چڑھا کر چھاپا جاتا ہوگا تاکہ لوگ بطور خاص مسلمانانِ پاکستان سے بدظن اور بدگمان ہوں اور پاکستانی مسلمانوں کو برا بھلا کہیں۔ (اور یہ حقیقت بھی ہے کہ پاکستانی مسلمان آج دنیا بھر میں بہت بدنام ہیں۔ بطور خاص ہندوستان سے عرب ممالک میں نوکری کیلئے جانے والے لوگ پاکستانیوں کو بہت برا بھلا کہتے ہیں اور اُن سے نالاں بھی رہتے ہیں کیونکہ وہ لوگ ہندوستانی مسلمانوں کو نہایت حقیر سمجھتے ہیں یہاں تک کہ بعض لوگ تو ہندی مسلمانوں کے اسلام پر بھی شک کرتے ہیں اور ان پر طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں ۔ لیکن اس کی وجہ ان پاکستانیوں کی دین سے دوری ہے۔ مجھے یاد ہے کہ عرصہ پہلے

پاکستان کے ایک ٹی وی کوئز میں ایک باشعور شخص سے سوال کیا گیا کہ اسلامی مہینوں کے نام بتایئے تو وہ تین چار ناموں سے آگے نہ بتاسکا جو کچھ بتایا بھی تو ترتیب غلط تھی۔ اپنی مسلمانیت کا تو انہیں زعم رہتا ہے لیکن ہندی مسلمانوں سے نجانے کس بناء پر نفرت کرتے ہیں جبکہ یہی پاکستانی ہندی فلموں سے محبت رکھتے ہیں۔ ایک زمانے میں جبکہ ڈش انٹینا کا وجود نہیں تھا پاکستان میں لوگ دوردرشن کی نشریات دیکھنے کیلئے سوسو جتن کرتے تھے اور وی سی آر پر رات رات بھر ہندی فلمیں دیکھی جاتی تھیں۔ آج وہاں کے گھروں میں ڈش کی بدولت زی ٹی وی، سونی، سٹار وغیرہ خوب دیکھے جارہے ہیں۔ جبکہ وہاں کی نشریات (پی ٹی وی) دیکھنے والے خال خال ہی نظر آئیں گے۔ بھارتی فلموں نے رفتہ رفتہ وہاں کے اسلامی کلچر کو بھی بدل کر رکھ دیا ہے۔ پتہ نہیں یہ بات ان کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔ اس وقت ان کی مسلمانیت اور پاکستانیت کہاں سو جاتی ہے) یہاں آکر معلوم ہوا کہ فسادات سے متعلق وہ خبریں صحیح تھیں۔ مگر اس کے پس پردہ کوئی اور ہی سازش کارفرما ہے ان تمام ہنگاموں کے پیچھے کوئی **خفیہ ہاتھ** ہے ورنہ یہ سب کچھ صرف کراچی میں ہی کیوں ہوتا ہے۔ پاکستان کے دیگر شہر ان ہنگاموں اور فسادات سے کیوں محفوظ ہیں؟

اسی طرح کراچی کے مذہبی فسادات کو دنیا بھر میں "شیعہ سنی فسادات" کے نام سے مشتہر کیا جاتا ہے اور سنیوں کو بدنام کیا جاتا ہے۔ سنی مسجد پر شیعوں کی فائرنگ حالتِ نماز میں کئی افراد شہید، امام باڑے پر انتہا پسند سنیوں کی فائرنگ کئی شیعہ ہلاک، سنی لیڈر کے جنازے پر فائرنگ سوگواران شہید، شیعہ عالم کا قتل..... اس قسم کی خبریں آئے دن اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی سے نشر کی جاتی ہیں اور لوگوں کو یہ ذہن دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پاکستان میں سنی اور شیعہ ہمیشہ آپس میں برسرپیکار رہتے ہیں۔ جبکہ حقیقت میں کراچی میں ہونے والے فسادات شیعہ سنی نہیں، شیعہ وہابی فسادات ہیں۔ یہ فسادات سپاہ صحابہ پاکستان اور تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ یا امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے درمیان ہوتے ہیں۔ سپاہ صحابہ ایک وہابی تنظیم ہے اور اسکے لیڈر شیعوں کا خوب رد کرتے ہیں (ایک زمانہ میں حق نواز جھنگوی خوب ردِ شیعہ کرتا تھا اسے شیعوں نے مار ڈالا) یہاں تک کہ اپنی تقریروں میں شیعہ کافر، شیعہ کافر کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ اس طرح عوام کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ وہ سنی ہیں۔ جیسے ہندوستان کے وہابی، لکھنؤ میں شیعوں کے خلاف محاذ بنائے ہوئے ہیں اور خود کو سنی ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اس پر سے بڑے معصوم بنتے ہیں کہ ہم تو کسی کو بُرا نہیں کہتے۔ ان شیعوں اور وہابیوں کے لڑنے میں بھی کچھ راز ہے جس کی پردہ داری ہے۔ ہم تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہابی شیعہ فسادات کو دنیا بھر میں مسلسل

سنی شیعہ فساد کے نام سے مشتہر کیا جارہاہے۔ ہم سنی بیچارے خواہ مخواہ ہی بدنام ہورہے ہیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا جانے کا پروگرام ملتوی کردیا۔ پھر حضرت مسعودِ ملت ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے گھر فون کیا۔ فون انھوں نے ہی اٹھایا، میں نے اپنا تعارف کرایا تو انہوں نے پہچان لیا اور میری آمد پر خاصی خوشی کا اظہار کیا اور اسی وقت اپنے صاحب زادے محمد مسرور احمد کی شادی میں شرکت کی دعوت سے مجھے نوازا جو کہ اتوار ۱۹، جولائی ۹۸ء کو رکھی گئی تھی۔ میں نے ان کی اس ذرّہ نوزی کو قبول کرلیا۔

دوسرے دن (بدھ ۱۵، جولائی ۹۸ء) اپنی آمد کی Entry کا کام ایک جاننے والے کے سپرد کرکے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی جانب روانہ ہوا۔ یہاں پر آمد و رفت کیلئے زیادہ تر پرائیویٹ بسیں، منی بسیں، ویگنیں استعمال کی جاتی ہیں۔ منی بسیں اور ویگنیں نہایت تکلیف دہ سواریاں ہیں کیونکہ ان میں سیٹ نہ ہونے کی بناء پر کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہوتی اسلئے آدمی کو ایک طرح سے مرغا بن کر سفر کرنا پڑتا ہے پتہ نہیں یہاں کے لوگ اتنے عرصہ سے اس تکلیف دہ سواری کا استعمال کیوں کررہے ہیں۔ بسوں کی حالت بھی نہایت خستہ دیکھی بلکہ بعض بسیں تو اس قدر خستہ نظر آئیں جیسے کراچی شہر ان دنوں حالت جنگ سے گزر رہاہو۔ اس پر سے طرہ یہ کہ لوگ لٹک لٹک کر یا چھتوں پر بھی سفر کرتے ہیں۔ پاکستان کا سب سے بڑا تجارتی شہر ہونے کی نسبت سے کچھ تو خیال کرنا چاہیے۔ مگر عوام بھی بیچاری کیا کرے کہ یہاں بسوں کے کرایے بہت کم ہوتے ہیں یعنی کم سے کم صرف دو روپے اور اتنے ہی فاصلے کا آٹو رکشہ والے بیس روپے لے لیں گے۔ یہاں چونکہ پرائیویٹ بسیں ہوتی ہیں اس لئے بس کے مالکین زیادہ سے زیادہ کمانے کیلئے گنجائش سے زیادہ مسافروں کو بھر لیتے ہیں اور بس کا جو پہلا اسٹاپ ہوتا ہے وہاں سے اس وقت تک روانہ نہیں ہوتے جب تک بس بھر نہ جائے۔ ان بسوں میں خواتین کیلئے علیحدہ سے آگے کی جانب نشستیں ہوتی ہیں ہندوستان کی طرح نامحرم مرد و عورت ایک ہی سیٹ پر نہیں بیٹھتے۔ یہ ایک مستحسن پہلو ہے اور قابل تقلید بھی۔

بس کے سفر کے دوران اطراف کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ کراچی کی کوئی دیوار ایسی نہیں جس پر کوئی نعرہ، اشتہار یا اعلان نہ لکھا ہو۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں پر پبلسٹی (اشتہار بازی) کیلئے پوسٹر و ہینڈ بل

چپکانے کی بجائے دیواروں پر سفیدی سے لکھ دینے کا چلن ہے۔ تمام سیاسی، سماجی، دینی، کاروباری وغیرہ اشتہارات سے دیواریں رنگی ہوئی تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ مہاجر قومی تحریک (الطاف حسین گروپ) اور سنّی تحریک کے نعرے لکھے ہوئے نظر آئے۔ اس کے علاوہ اسٹیکرز بھی پبلسٹی کا مؤثر ذریعہ ہیں لیکن اس کا استعمال زیادہ تر دینی جماعتیں کرتی ہیں۔

یہاں میری آمد عید میلادالنبی ﷺ (۷ جولائی ۹۸ء) کے ٹھیک ایک ہفتہ بعد ہوئی تھی اس لئے ابھی تک کراچی شہر میں جشنِ آمدِ رسول کی سجاوٹ برقرار تھی سڑکوں، گلیوں اور چوراہوں پر نقشِ نعلِ مبارک سے مزیّن سبز جھنڈیاں اور بڑے بڑے سبز پرچم لہرا رہے تھے جگہ جگہ رنگین قمقمے بھی جگمگا رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ ابھی یہ کیفیت ہے تو عید میلادالنبی ﷺ کے دن کا کیا عالم ہوگا۔

میں نے یہاں ایک بات خصوصیت سے نوٹ کی کہ پاکستان مکمل طور سے سنی اسٹیٹ نظر آتا ہے (اور کیوں نہ ہو کہ سنیّوں کی محنت شاملِ حال ہے) وہابیوں، رافضیوں، قادیانیوں، بدمذہبوں کی تمام تر ریشہ دوانیوں کے باوجود ہر طرف نظر آنے والی سنیت کی نشانیاں پاکستان کے سنّی اسٹیٹ ہونے کی دلالت کرتی ہیں۔ یہاں آپ کو ہر جگہ سڑکوں، چوراہوں، شاہراہوں، دکانوں، مکانوں پر **"الصلوٰة و السلام علیك یا رسول الله"** کے اسٹیکرز یا سائن بورڈ نظر آئیں گے۔ یہ دیکھکر مجھے امامِ اہلِ سنت کی تلقین یاد آگئی کہ ـ

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل   یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

اس شعر پر یہاں کثرت سے عمل ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ بسوں میں بھی "یا رسول اللہ المدد" کے اسٹیکرز نظر آئے۔ دینی جماعتیں اپنے عقائد و نظریات کو مشتہر کرنے کیلئے اسٹیکرز کا زیادہ استعمال کرتی ہیں۔ یہاں سنّی وھابی جنگ اسٹیکرز پر بھی نظر آئی۔ مثلاً سنیّوں کے اسٹیکر المدد یا رسول اللہ کے جواب میں دیوبندیوں نے اسٹیکر شائع کیا اے محمد ﷺ تم فرمادو کہ "میرے لئے اللہ ہی کافی ہے" جواب الجواب میں پھر سنیّوں نے اسٹیکر نکالا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی کافی ہے"۔

بس نے تقریباً ایک گھنٹے میں مجھے صدر پہنچایا۔ صدر کراچی کا ایک بڑا تجارتی مرکز ہے جس کے ریگل چوک پر جاپان مینشن کے دوسرے منزلے پر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا مرکزی دفتر واقع ہے۔ مین روڈ پر سے ہی "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ" (گنبدِ رضا کی تصویر کے ساتھ) کا بورڈ آویزاں

نظر آئے گا۔ میں سیڑھیاں چڑھکر دوسری منزل پہنچا اور اجازت لیکر دفتر میں داخل ہوا تو اندر تین اشخاص کو بیٹھا پایا۔ ہم آپس میں شناسا تو تھے پھر بھی اجنبی تھے۔ چونکہ میں نے اپنے آنے کی اطلاع انہیں دیدی تھی اسلئے ان لوگوں نے مجھے فوراً پہچان لیا اور کھڑے ہو کر مصافحہ و معانقہ کیا۔ تعارف ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ اجنبی اشخاص ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، سید خالد قادری (اکاؤنٹنٹ ادارۂ ہذا) اور سید خالد قادری (آفس سیکریٹری ادارۂ ہذا) تھے۔ حالانکہ ہمارے درمیان اجنبیت تھی اسکے باوجود رشتۂ ایمانی کی نسبت سے آج ہم مل رہے تھے۔ بلا شبہ مجھ پر اللہ اور اسکے پیارے حبیب ﷺ کا فضل و کرم ہے کہ مجھ گنہگار سے اشاعتِ دین کا کام لیا جارہا ہے۔ نہ مجھ میں اتنی صلاحیت ہے نہ ہی اتنی استطاعت کے مسلکِ اہل سنت کی اشاعت کرسکوں۔ اور وہ بھی مجدد عصر حاضر حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کے مشن کو آگے بڑھانے کا کام مجھ کو سونپا گیا ہے اور اسطرح مجھے بھی ایک عاشقِ رسول سے نسبت ہو گئی ہے اور اسی نسبت کے حوالے سے اِس عاصی کو دنیا بھر میں بے شمار لوگ جاننے لگے ہیں اور عزت افزائی بھی کرنے لگے ہیں وتعز من تشاء وتذل من تشاء۔ الحمدللہ کراچی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا میں بھی اسی نسبت کی بدولت میری پذیرائی کی گئی۔ میں نے انھیں اپنے ساتھ لائی ہوئی کتابیں تحفتاً پیش کیں جسے دیکھ کر وہ کافی مسرور ہوئے۔

ادارہ کے آفس پر میں نے ایک طائرانہ نظر ڈالی تو دیکھا کہ یہ کمرہ جو بطور آفس استعمال ہو رہا ہے، کافی بڑا ہے۔ یہاں تین علیحدہ نشستوں پر افرادِ ادارہ، ادارہ کے کاموں کو سر انجام دیتے ہیں۔ اسی میں ایک طرف چند ریک میں کتابیں بڑے سلیقے سے رکھی ہوئی ہیں۔ اکثر کتابیں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے ذاتی نشریاتی ادارے "المختار پبلی کیشنز" کی تھیں۔ اس کے علاوہ ماہر رضویات حضرت مسعودِ ملت کی تمام کتابیں یہاں موجود تھیں، نیز علمائے اہلِ سنت کی اہم اور تازہ مطبوعات بھی موجود تھیں جن میں سے اکثر رضویات کے موضوع پر تھیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ کتابیں رعایتی داموں پر فروخت کی جاتی ہیں۔

آفس کے علاوہ ایک بڑا کمرہ بطور لائبریری ہے جہاں رضویات پر خصوصاً اور دیگر موضوعات پر اہلسنت کی کتابیں رکھی ہوئی تھیں اور کوئی بھی شخص یہاں بیٹھکر ان کتابوں سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نماز کیلئے ایک ہال بھی موجود ہے۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا میں پہنچ کر مجھے بہت مسرت ہوئی اور اس بات پر فخر بھی محسوس ہوا

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ ادارہ دیکھنے کی سعادت عنایت فرمائی کہ جہاں سے مجددِ عصر حاضر امام اہل سنت احمد رضا خان بریلوی کی شخصیت پر مسلسل کام ہو رہا ہے۔ یہ ادارہ اپنے نام کی طرح اسم بامسمّیٰ ہے اور اس وقت ساری دنیا میں امام احمد رضا پر ہونے والے تحقیقی کام کی ہمت افزائی کر رہا ہے اور ہر طرح کا تعاون بھی فراہم کر رہا ہے۔

امام احمد رضا اس وقت ہم اہل سنت و جماعت کیلئے تشخص کی علامت ہیں۔ بدمذہبوں کو جس قدر ان سے نفرت ہے کسی اور سے نہیں اور انہی کے نام سے نسبت دیتے ہوئے بدمذہب ہم سنیوں کو "بریلوی" کہتے ہیں۔ ہماری تحریک کے محسن و سرپرست حضرت علامہ سید آلِ رسول نظمیؔ مارہروی مدظلہ اس کی عکاسی ان لفظوں میں کرتے ہیں۔ ؎

سونے چاندی کو جانچنے کیلئے سنگِ پارس سے کام لیجئے
اور وہابی کو جاننے کیلئے اعلیٰ حضرت کا نام لیجئے

میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں امام احمد رضا کے مسلک کی تعریف کر سکوں اس لئے اپنا مدعا بیان کرنے کیلئے میں حضرت علامہ ارشد القادری کے الفاظ نقل کر رہا ہوں:

"مسلک اہل سنت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کی علمی و دینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکز فکر ہے۔ انھوں نے اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک و صاف کر دیا ہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہل حق کی علامت بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلہ میں اپنی دینی اور جماعتی شناخت کیلئے ہمارے پاس "بریلوی" کے لفظ سے زیادہ جامع اور مختصر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔"

اعلیٰ حضرت کے وصال کو آج پچھتر سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا لیکن دشمنوں کے حملوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ آج بھی اعلیٰ حضرت کے خلاف مسلسل کتابیں شائع ہو رہی ہیں، نئی نئی کتابیں لکھی جا رہی ہیں، نئے نئے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں بلکہ ہماری اپنی جماعت میں کچھ دشمن لبادہ اوڑھ کر گھس آئے ہیں جو اعلیٰ حضرت اور انکی فکر کے خلاف بدگمانیاں پھیلا کر نئے نئے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔ لہذا موجودہ دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہو جائیں۔ ہمارے ہاں سے صرف دفاعی لٹریچر ہی نہ شائع ہو بلکہ زیادہ سے زیادہ مثبت اور

ٹھوس تحقیقی کام بھی شائع ہو جس میں جدید عصری تقاضوں کا خاص خیال رکھا جائے۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اور پاکستان کے دیگر کئی ادارے امام احمد رضا کے افکار و نظریات کی ترجمانی میں سرگرم ہیں اور مسلسل لٹریچر شائع کر رہے ہیں۔ اور یہ بات ہم ہندوستانیوں کیلئے باعثِ شرم و عار ہے کہ مرکزِ اہل سنت بریلی شریف ہمارے نہایت پاس موجود ہے اعلیٰ حضرت کا تقریباً تمام خانوادہ ہمارے ملک میں موجود ہے۔ بلکہ جانشینِ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمتہ والرضوان ایک طویل عرصہ ہمارے درمیان رہے۔ اس وقت بھی ایک کثیر تعداد ان کے خلفاء، مریدین اور نسبت رکھنے والوں کی موجود ہے پھر بھی نہ جانے کیوں یہاں پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر خاطر خواہ کام نہ کیا جاسکا۔ اس سے بڑا المیہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آج پچھتر سال بعد بھی اعلیٰ حضرت کی نصف کتابیں بھی شائع نہ ہو سکیں جبکہ ہمارا دعوی ہے کہ انھوں نے ہزار سے زائد کتابیں لکھیں ہیں اگر ہم امام احمد رضا کے سچے عاشق ہیں تو اس حقیقت کو عوام کے سامنے لا کر دکھائیں۔ اسٹیج پر صرف تقریروں میں اعلیٰ حضرت کی زبانی مدح سرائی کرنا ہی مسلک اعلیٰ حضرت کی صحیح خدمت نہیں۔ امام احمد رضا کا مسلک عام کرنا ہے تو قلم اور دوات سے کام لینا ہوگا اور اپنے امام کی طرح علم و جواہر کے موتیوں سے اس جہاں کو مالا مال کرنا ہوگا۔ انشاءاللہ رہتی دنیا تک ہمارے کارنامے یاد کئے جائیں گے۔

بحمدہ تعالیٰ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، امام اہل سنت کے مسلک اور افکار و نظریات کی اشاعت بڑے ہی منظم طریقہ پر کر رہا ہے۔ یہ ادارہ امام احمد رضا کی غیر مطبوعہ اور نایاب کتابوں کو بڑے ہی حسین اور دیدہ زیب انداز میں مختلف زبانوں میں مسلسل شائع کر رہا ہے۔ ادارہ میں کام کرنے والوں کو باقاعدہ معاوضہ بھی دیا جاتا ہے۔ یہ ادارہ رجسٹرڈ ہے اور یہاں کے سسٹم کو چلانے کیلئے ایک باڈی بھی تشکیل دی گئی ہے۔ ہر سال ادارہ کی جانب سے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں ملک و بیرون ملک کے مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء، مشائخ، پروفیسرز، ڈاکٹرز، محققین، مفکرین، دانشوران، اعلیٰ عہدہ داران اور وزراء وغیرہ کو مدعو کر کے ان سے امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر مقالات پڑھائے جاتے ہیں، تاثرات لئے جاتے ہیں اور پھر انھیں "مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس" میں شائع کیا جاتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے ادارہ نے امام احمد رضا پر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والوں کو گولڈ میڈل اور سلور میڈل ایوارڈ دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد امام احمد رضا پر تحقیق کر کے ان کی شخصیت پر پڑے پردوں اور لگائے گئے الزامات کو ہٹا کر صحیح تعارف

پیش کر سکیں۔ امسال ادارہ کی کوششوں سے پہلی مرتبہ ایک پاکستانی فاضل مشتاق احمد شاہ نے مشہور اسلامی یونیورسٹی جامعہ الازھر سے اعلیٰ حضرت کی فقاہت پر ایم فل کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ امام احمد رضا پر تحقیقی مقالات کا مجموعہ "معارفِ رضا" ہر سال کانفرنس کے موقع پر شائع کیا جاتا ہے۔ نیز وقتاً فوقتاً فاضلِ بریلوی پر تحقیقی کتب بھی شائع ہوتی رہتی ہیں جس کے ذریعہ سے امام احمد رضا کے متعلق نئے نئے حقائق و انکشافات منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ اس مختصر سے عرصہ میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے کام کے اثرات ساری دنیا میں محسوس کیے جارہے ہیں اور دنیا بھر سے فاضل بریلوی پر کام کرنے والے ادارے اور افراد اس ادارہ سے رابطہ کررہے ہیں اور فیض یاب ہورہے ہیں۔ اس کے سرپرستوں میں سے ایک ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ہیں جن کا نام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی شخصیت کو دنیا بھر میں روشناس کرنے میں سرفہرست ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی طرز پر ہندوستان میں بھی ادارے قائم کیے جائیں۔ ہندوستان اعلیٰ حضرت کا جائے پیدائش ہے اسلئے یہاں پر کام کرنا زیادہ آسان ہے اور یہاں ان پر کام کرنے کی سخت ضرورت بھی ہے۔ ہم نے انہی مقاصد کے تحت تحریکِ فکرِ رضا قائم کی ہے لیکن ابتک ہمیں صحیح قسم کا تعاون میسر نہیں ہے۔ ہم اپنی بساط بھر جس طرح بھی ہوسکے کوشش کرتے ہیں۔ الحمدللہ تحریک فکر رضا کے تحت گزشتہ چار سال سے ایک سہ ماہی رسالہ بنام افکارِ رضا شائع کر کے ہندوستان و بیرون ممالک میں مفت تقسیم کیا جارہا ہے۔ اور قارئین کے روز افزوں آنے والے خطوط سے ہمیں اپنے کام کے اثرات کا اندازہ ہورہا ہے۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری　　گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

ہم مسلسل تگ و دو میں ہیں کہ کسی طرح مناسب وسائل فراہم ہوجائیں تاکہ ہم امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو بہتر طریقہ سے اشاعت کر کے منظر عام پر لاسکیں۔ اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ سے ہمیں امید ہے کہ وہ ہماری اس خواہش کو ضرور پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہماری مدد فرمائیں گے۔　(باقی آئندہ انشاءاللہ)

(نوٹ: برادرانِ پاکستان سے گزارش ہے کہ میری اس روداد پر تاثرات ارسال فرمائیں نیز غلطیوں، خامیوں سے آگاہ کریں احقر آپ کا ممنون ومشکور ہوگا۔ زبیر)

تبصرۂ کتاب   مشائخ چشت اور امام احمد رضا

مصنف: مولانا رحمت اللہ صدیقی۔ مدیر اعلیٰ 'پیغامِ رضا'

ناشر: رضا دار المطالعہ، پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار

صفحات: ۱۵۲   ھدیہ: پچاس روپے

تبصرہ نگار: شمیم انجم ایم۔اے

ملنے کا پتہ: ۱) اقراء بک ڈپو، محمد علی روڈ، ممبئی۔ ۳

۲) مولوی محمد یونس رضوی، نائب خطیب وامام قادری جامع مسجد، نائک نگر، سائن، ممبئی

مولانا رحمت اللہ صدیقی ایک شگفتہ قلم ادیب ہونے کی حیثیت سے پورے ملک میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ انھوں نے صحافت کی خارزار وادی میں فکر و تحقیق کے جو گلاب کھلائے ہیں اس کی مسکراہٹ اور تبسم پاشی صبح قیامت تک باقی رہے گی۔ موصوف چند سال سے صرف امام احمد رضا فاضل بریلوی کی حیات و خدمات ہی پر لکھ رہے ہیں۔ ان کے قلم کی ہر بوند سے امام احمد رضا کی عظمت شان اور بے پناہ عقیدت مترشح ہے۔ حقائق کے اظہار کا فن قدرت کی طرف سے جو ملا ہے اس میں مصلحت کوشی کو ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔ صداقت کے چہرے سے پردہ اٹھانے میں بڑی جرأت سے کام لیتے ہیں چاہے اس کی زد میں کوئی بھی آجائے۔ آپ نے اپنی تحریروں میں ان گوشوں کو واضح طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جسے اپنے ہی آستینوں میں چھپے ہوئے چند مصلحت پسند افراد اور خانقاہی سجادگان نے اپنی عصبیت کی دبیز چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ جس سے غلط فہمیوں کے سائے تیزی سے پھیل رہے تھے اور اس کی شدید ضرب مسلک و مذہب پر پڑ رہی تھی۔ اس کج فکری کے بہتے ہوئے تیز دھاروں کی روک تھام کیلئے ان کی تازہ ترین ترتیب "مشائخ چشت اور امام احمد رضا" سدّ سکندری سے کم نہیں ہے یہ کتاب چار مقالات پر مشتمل ہے۔

مقالہ اوّل: حضور سیدنا خواجہ غریب نواز اور امام احمد رضا

مقالہ دوّم: حضور سیدنا قطب الدین بختیار کاکی اور امام احمد رضا

مقالہ سوم: حضور سیدنا محبوب الٰہی اور امام احمد رضا

مقالہ چہارم: حضور سیدنا بندہ نواز گیسو دراز اور امام احمد رضا

صدیقی صاحب نے جہاں ان شخصیات کی حیات و خدمات کے تعلق سے ایمان و یقین کی دنیا میں اجالا پیدا کرنے والے واقعات جمع فرما کر ہر خاص و عام کیلئے معلومات کا خزانہ فراہم کیا ہے وہیں ہر ایک شخصیت کی مختصر مگر انتہائی جامع سوانح سے کتاب کی افادیت بڑھا دی ہے۔ کتاب کی پشت پر 'حرف چند' کے عنوان سے ڈاکٹر شرر

مصباحی ریڈر طبیہ کالج، دہلی کے تاثرات ہیں جس سے کتاب کی اہمیت پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔ "سلطان الہند عطائے رسول حضرت خواجہ غریب نواز حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ۷۸۶ عرس پوری دنیا میں نہایت جوش و خروش کے ساتھ منایا جارہا ہے بیش بہا کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں اور رسائل و جرائد کے خصوصی نمبر شائع کئے جارہے ہیں زیرِ نظر کتاب بھی اسی جذبہ عقیدت کا پر خلوص اظہار ہے محب گرامی قاری رحمت اللہ صدیقی صاحب وقت کے بہترین نبض شناس ہیں۔ انھیں ممبئی میں جب یہ کان پڑی آواز سنائی دی کہ امام احمد رضا نے شہنشاہ بغداد کی شان میں متعدد قصائد اور منقبتیں لکھی ہیں اور سلطان الہند کی مدح میں ایک منقبت بھی نہیں تو انھیں شدت سے احساس ہوا کہ تصور کے اس خطرناک دھارے کو روکنے میں تاخیر نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ شکوک و شبہات کے ازالہ کیلئے انھوں نے اچھا خاصا مواد فراہم کرلیا۔'

ماضی قریب میں امام احمد رضا رضی المولی تعالیٰ کی ذات کو مطلع حق و صداقت پر خورشید تاباں کی حیثیت حاصل رہی اور صبح قیامت تک حق کی علامت رہے گی مگر چند کوتاہ بینوں نے طرح طرح کے بے بنیاد الزامات اس لیے لگائے تاکہ ان کے آفتاب شہرت کو گہن لگ جائے مگر شاید اس طرح کے سر پھرے اس بات سے بے خبر ہیں کہ حقیقت مانی جاتی ہے منوائی نہیں جاتی۔ چاند پر تھوکنے والے ان بھیانک نتائج سے لاعلم ہیں کہ تھوکنے والے کا اپنا چہرہ تو گندہ ہو سکتا ہے مگر چاند کی دلکشی میں ذرہ برابر فرق نہیں آسکتا۔ تعصب و تنگ نظری کا جو مظاہرہ امام احمد رضا کے ساتھ کیا جارہا ہے تاریخ میں دوسری کوئی مثال نہیں مگر الحق یعلو ولا یعلیٰ کے جلوے دیکھنا ہو تو امام احمد رضا کی حیات کو پڑھو۔ آج امام احمد رضا نشان عشق و محبت بن گئے بلکہ یوں کہیے کہ سنیت کی سچی علامت آپ ہی کی ذات ہے۔

امام احمد رضا کی ذات پر لگائے گئے الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی ہے کہ آپ نے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز یا دیگر مشائخ چشت کی عظمتوں کا تحریری یا تقریری طور پر کوئی اعتراف نہیں کیا ہے۔ اسی بے بنیاد الزام کا جواب بہت پہلے دینا چاہئے تھا لیکن علم دوست اور اہل قلم حضرات نے اس نازک پہلو کو لائق توجہ نہ سمجھا جس سے مذہب و مسلک کو سخت نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔ تاہم دیر آید درست آید کے تحت مولانا رحمت اللہ صدیقی کی یہ تازہ ترتیب "مشائخ چشت اور امام احمد رضا" تشکیک و تذبذب کی راہ کے مسافروں کیلئے چراغ نور ہے موصوف کا یہ کارنامہ جہاں تصنیف کے باب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے وہیں تمام الزامات کا مسکت جواب بھی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ قاری کے عشق و ایمان کو جلا بخشے گا اور شکوک و شبہات کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو صداقت کا اجالا عطا کرے گا۔ اس عنوان پر موصوف کی یہ پہلی کتاب ہے مزید اس عنوان پر کام کرنے کی گنجائش باقی ہے مولانا موصوف اپنی اس تحقیقی پیش رفت پر پوری جماعت کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں اسلیے عوام و خواص سے مخلصانہ گذارش ہے کہ اول فرصت میں یہ کتاب حاصل کریں ورنہ بعد میں کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔

امام احمد رضا سمینار

رضا اسلامک مشن، پٹنہ کے زیر اہتمام اپریل ۱۹۹۹ء کی تاریخوں میں امام احمد رضا سمنار ہونے جارہا ہے جس کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہے:

امام احمد رضا سمینار کے عناوین

۱) امام احمد رضا اور علم کیمیاء
۲) امام احمد رضا اور علم مناظر و مرایا
۳) امام احمد رضا اور علم ہیئت جدیدہ
۴) امام احمد رضا اور علم لوگارثم
۵) امام احمد رضا اور نظریہ حرکت زمین
۶) امام احمد رضا اور علم جومیٹری
۷) امام احمد رضا اور مغربی سائنسداں
۸) امام احمد رضا کا نظریہ صوت وصدا
۹) امام احمد رضا اور جدید ریاضی
۱۰) امام احمد رضا اور علم طبقات الارض
۱۱) امام احمد رضا اور علم توقیت
۱۲) امام احمد رضا اور علم تقویم
۱۳) امام احمد رضا اور مثلث کروی / مثلث سطحی
۱۴) امام احمد رضا اور علم تکسیر و جفر
۱۵) امام احمد رضا کا نظریہ جہاد و ہجرت
۱۶) امام احمد رضا کے سیاسی افکار و نظریات
۱۷) امام احمد رضا اور رد فرنگیت

۱۸) اردو کو عالمی زبان بنانے میں امام احمد رضا کا حصہ

۱۹) امام احمد رضا کی اردو نثر نگاری

۲۰) امام احمد رضا کی اردو شاعری

۲۱) امام احمد رضا کی فارسی نثر نگاری

۲۲) امام احمد رضا کی فارسی شاعری

۲۳) امام احمد رضا کی عربی نثر نگاری

۲۴) امام احمد رضا کی عربی شاعری

۲۵) کنزالایمان کی ادبی اہمیت

۲۶) امام احمد رضا کی قصیدہ نگاری

۲۷) امام احمد رضا بحیثیت ناقد و شارح

۲۸) الملفوظ اور دیگر اردو ملفوظات کا تقابلی مطالعہ

۲۹) مکتوبات رضا اور دیگر اردو مکاتیب کا تقابلی مطالعہ

۳۰) امام احمد رضا بحیثیت فقیہ

۳۱) فقہاء ہندوستان میں امام احمد رضا کی اہمیت

۳۲) امام احمد رضا بحیثیت مصنف (قاضی)

۳۳) امام احمد رضا کی فقہی تنقیدات

۳۴) امام احمد رضا اور جدید بنکاری

۳۵) امام احمد رضا اور علم تشریح آبدان

۳۶) امام احمد رضا کی طبی بصیرت

۳۷) امام احمد رضا اور مسئلہ وحدۃ الوجود

۳۸) امام احمد رضا اور عملی تصوف

۳۹) امام احمد رضا اور اصلاح معاشرہ

۴۰) امام احمد رضا اور مخدوم بہار

۴۱) امام احمد رضا اور بہار کی خانقاہیں

۴۲) امام احمد رضا اور بہار کے علماء
۴۳) امام احمد رضا اور قاضی عبدالوحید عظیم آبادی
۴۴) امام احمد رضا اور ماہنامہ تحفہ حنفیہ۔ پٹنہ
۴۵) امام احمد رضا کے بہاری تلامذہ اور ان کے کارنامے
۴۶) امام احمد رضا کی بہاری مطبوعات
۴۷) امام احمد رضا اور علماء عالم اسلام
۴۸) امام احمد رضا کی عالمی اہمیت
۴۹) عالمی جامعات میں امام احمد رضا پر PH. D
۵۰) امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم
۵۱) امام احمد رضا اور علماء حرمین
۵۲) امام احمد رضا اور علم بین الاقوامی امور

امام احمد رضا سیمینار میں امام احمد رضا سے متعلق کتابوں کی نمائش

۱) امام احمد رضا کی تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کی نمائش
۲) ان کی حیات وخدمات اور ان پر اعتراضات وجوابات پر مشتمل کتابوں کی نمائش
۳) امام احمد رضا کی کتابوں کی تسہیل اور ترجمہ شدہ کتابوں کی نمائش
۴) امام احمد رضا کی کون کون سی کتابیں کس کس زبان میں ترجمہ کی گئیں ان کی نمائش
۵) کنزالایمان کے تمام انگریزی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ شدہ نسخے کی نمائش
۶) امام احمد رضا پر PH. D کے لئے لکھی گئیں تمام تھیسس کی نمائش
۷) جتنے اخبارات ورسائل نے جہاں جہاں بھی امام احمد رضا نمبر شائع کئے ان کی نمائش
۸) بیرون ممالک امام احمد رضا پر کام کرنے والے تمام اسکالرز کا تعارف (ماضی وحال کے حوالے سے
۹) جو اخبار ورسائل امام احمد رضا کی تعلیمات کو عام کررہے ہیں یا ماضی میں کیا ہے ان کا تذکرہ ونمائش
۱۰) امام احمد رضا کے تعلق سے جتنے بڑے بڑے دانشوروں نے ان کی عظمت کا اعتراف کیا ہے جلی قلم سے لکھ کر ان کی نمائش
۱۲) امام احمد رضا کی کون کون سی کتابیں داخل نصاب یا داخل فیصل بورڈ ہیں اور کہاں کہاں؟
۱۳) امام احمد رضا کی حیات وخدمات پر کون سی کتابیں شامل نصاب ہیں۔

رضا نامے

مولانا عبد المصطفیٰ صدیقی حشمتی ۔ دارلعلوم مخدومیہ ۔ ردولی شریف

"افکار رضا" کا تازہ شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ الحمد للہ افکار رضا دن بدن عروج وارتقاء کی منزلوں پر گامزن ہے۔ ہر مضمون کا اپنا الگ رنگ ہوتا ہے جو قارئین کو متوجہ کر لیتا ہے۔ ماضی قریب میں بہت سے رسائل جاری ہوئے اور بند ہوگئے مگر بفضلہ تعالیٰ "افکار رضا" مسلسل جاری ہے اور دن بدن خوب سے خوب تر ہوتا جارہا ہے۔ یہ یقیناً سرکار اعلیٰ حضرت کا فیضان اور آپ کے اخلاص کی برکت ہے۔ بلاشبہ آپ مردِ مجاہد ہیں جو اسلام وسنیت اور افکار رضا کی اتنی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مولیٰ عزوجل اپنے محبوب ﷺ کے صدقے میں اجرِ عظیم عطا فرمائے آمین۔ اجمیری بک ڈپو کے مالک مولانا معین الدین صاحب کے ذریعہ افکار رضا دبئی پہنچا۔ خان محمد سلیم صاحب نے وہاں کے اردو داں احباب اہل سنن سے متعارف کرایا، بہت پسند کیا گیا۔ اس وقت دبئی میں افکار رضا اور سنیت کا بول بالا ہے۔ وہاں کی مسجدیں "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی نورانی صداؤں سے گونج رہی ہیں۔ دبئی کے مدیر اوقاف جناب عیسیٰ بن مانع الحمیری صاحب زبردست عالم اہلسنت ہیں کئی کتابیں تصنیف فرماچکے ہیں جن میں عقائدِ اہلسنت کی حمایت اور عقائد باطلہ خصوصاً وہابیت کا رد بلیغ ہوتا ہے۔ اپنی مخصوص نشست گاہ کے اوپر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کا مقدس نقشہ اور "الصلوة والسلام عليك يا رسول الله" کا طغرا آویزاں کر رکھا ہے اس طرح حقیقت میں نقشۂ نعل پاک حضور کو سر کا تاج بنا کر بلاشبہ تاجدار بنے ہوئے ہیں۔ اپنی تصنیف فرمودہ کتب کے علاوہ "دلائل الخیرات" شریف کئی سائز میں خوبصورت کتابت کے ساتھ شائع فرمایا ہے جسے مہمان علماء کو مفت میں روحانی تحفہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت کی مبارک تصنیف "الدولة المكيه" زیادہ سے زیادہ تعداد میں دبئی کے مدیر اوقاف تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ مسجد العظیم الراس دبئی کے خطیب وامام حضرت مولانا قاری غلام رسول صاحب سے میری گفتگو ہوچکی ہے اگر موصوف تک کتابیں پہنچ جائیں تو وہ مدیر اوقاف کے علاوہ بھی مخصوص حضرات تک پہنچا سکتے ہیں۔ اگست ۹۸ء میں دو ہفتہ دبئی میں قیام کے دوران محفلِ ذکرِ رسول، قادری محفل، محفل ذکرِ رضا اور نوری محفل کے نام سے کئی محفلوں میں شرکت اور خطابت کی سعادت حاصل ہوگئی۔ سرکار اعلیٰ حضرت کا ذکر جمیل سنکر لوگ جھوم جھوم اٹھتے ہیں۔ ڈال دی

قلب میں عظمتِ مصطفیٰ سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

کے ساتھ سبھی محفلوں کا فیضان مکمل ہوتا ہے۔ سبحان اللہ۔

معطر ہے اسی کوچے کی صورت اپنا صحرا بھی کہاں کھولے ہیں گیسو شاہ نے خوشبو کہاں تک ہے

افکارِ رضا میں اداریہ سے لیکر اخبارِ رضا تک سبھی مضامین دلکش، روح پرور، ایمان افروز اور سود مند ہیں۔ میری کتاب "جانِ ایمان" جسے سال گذشتہ مدینہ طیبہ میں مکمل کیا تھا سرکارِ دوعالم ﷺ کے صدقے میں بہت مقبول ہوئی۔ دو ایڈیشن ختم ہوگئے تیسرا ایڈیشن نیاز حسین کمیٹی مسجد عبدالسلام، عبدالرحمٰن اسٹریٹ، ممبئی اپنی جانب سے چھپوا کر مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء چوتھا ایڈیشن فاروقیہ بکڈپو دہلی کے زیرِ اہتمام چھپ رہا ہے۔ جہانِ رضا بھی مل رہا ہے دارالعلوم مخدومیہ اور جامعہ مخدومیہ رضویہ رضا نگر، ردولی شریف کے سبھی اساتذہ طلباء اور ارکان اور احباب اہلسنت "جہانِ رضا" اور "افکارِ رضا" کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ سبھوں کی جانب سے ہدیۂ سلام اور مبارکباد قبول فرمائیں۔

مولانا مقصود احمد بستوی۔ مدرس جامعہ قادریہ اشرفیہ۔ ممبئی۔ ۸

افکارِ رضا جولائی تا ستمبر ۹۸ء جناب اسحاق بھائی کے بدست باصرہ نواز ہوا۔ گوناگوں خوبیوں کا حامل یہ شمارہ پاتے ہی یقین مانیے پورے جسم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جملہ مندرجات خوب سے خوب تر ہیں۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب کا مضمون بعنوان "مزارات پر حاضری اور اسکے آداب" نہایت عمدہ تحقیقی معلوماتی ہے۔ استمداد اولیاء و تصرفات اھل اللہ کو آپ نے نہ صرف یہ کہ دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت کرنیکی کوشش کی ہے بلکہ مخالفین پر زبردست اٹیک بھی کیا ہے۔ رہا آپ کا اداریہ تو وہ تو مقام محمود کو پہونچا ہوا ہے اس کے حوالے سے آج کے نوجوانوں کے تئیں آپ نے جو رونا رویا ہے اور جو کرب محسوس کر رہے ہیں وہ بجا ہے اس سلسلے میں اپنے کو تنہا مت سمجھیں بلکہ اس تعلق سے بہتروں کے احساسات زخمی ہیں آپ کے شانہ بشانہ یہ ناچیز بھی ہے۔

نوجوانوں کی حالت کئی لحاظ سے قابلِ رحم ہے۔ بخوفِ طوالت تجزیہ سے پہلو تہی کر رہا ہوں صرف اسی پر اکتفا کروں گا کہ آج کے نوجوان کو جو سیاہ دن دیکھنے نصیب ہو رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ ایک تو وہی جسکی نشاندہی آپ نے فرمائی یعنی گھریلو تربیت کا نہ ہونا، بزرگوں کی سرپرستی و رہنمائی کا فقدان، فکر معاش، اقتصادی بدحالی۔ دوسرے آج کا نوجوان احساس کمتری میں مبتلا ہے بذاتِ خود کچھ نہیں سوچتا،

ہر معاملے میں دوسرے کا دست نگر، اسکی قوت ارادی نہایت مضمحل اور کمزور ہو چکی ہے کم سے کم اسے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونے کیلئے عزم اور مضبوط ارادے کا دھنی، ذاتی شعور وادراک کا مالک بھی تو ہونا چاہیئے۔ اور کچھ کر گزرنے کیلئے یہ فلسفہ بھی نگاہوں کے سامنے ہو۔ ؎

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم جہاد زندگانی میں ہے یہ مردوں کی شمشیریں

بہر کیف آپ نے جو نوجوانوں کے متعلق سے جماعت کے اصحاب فکر و نظر وارباب حل وعقد علماء و مشائخ سے اپیل کی اور جو آواز لگائی ہے خدا کرے وہ صدا بہ صحرا نہ ثابت ہو اور نوجوانوں کا طبقہ قعر مذلت میں گرنے اور تباہی کے دہانے پر پہونچنے سے محفوظ رہ سکے اور مسلک وملت کیلئے کچھ کرنے کا اس کے اندر داعیہ اور تحریک پیدا ہو جائے۔ ؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

حسن اتفاق سے جب "افکار رضا" کا کوئی شمارہ مشاہیر اولیاء کرام کی تاریخ وصال اور عرس کے موقع سے منظر عام پر آرہا ہو جیسے حضرت سیدنا غوث اعظم، حضور غریب نواز رضی اللہ عنھما تو ان خاصان خدا پر ایک اجمالی ہی سہی تعارفی مضمون شامل اشاعت ہونا چاہیئے۔ شاید کہ یہ تجویز اور میری ناقص رائے فکر رضا سے متعارض نہ ہو۔

اہل قلم اور "افکار رضا" کے قارئین کو دعوت دی جائے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے کسی بھی شعر کی مختصر سے مختصر تشریح جو پانچ سطر سے زیادہ نہ ہو ادارہ کو ارسال کریں "افکار رضا" کے آخری صفحے پر سائڈ میں مرسل کے پتہ کے ساتھ اسے شائع کیا جائے جس سے پرچے کے تنوع بو قلمونی رنگا رنگی کے علاوہ مزید معتد بہ فائدہ حاصل ہوگا۔ سردست تفصیل کی گنجائش نہیں۔

اخبارِ رضا

☆امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ کی چند نایاب کتابیں اب ہندی زبان میں بھی دستیاب ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:۱)اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن "کنزالایمان"۔دس پارے ۲) ندائے یارسول اللہ ۳) تبرکات کے آداب و فضائل ۴) خضاب سببِ عذاب ۵) دعوتِ چہلم ۶) فرشتوں کی موت وحیات ۷) مہمان نوازی کے فضائل ۸) جھوٹے رسول کا نیا کلمہ ۹) امامتِ صدیق وعلی ۱۰) عرفانِ شریعت (حصہ اوّل) ۱۱) انگوٹھے چومنے کا مسئلہ ۱۲) حاضر وناظر رسول ۱۳) شفاعتِ مصطفیٰ ۱۴) اذانِ قبر ۱۵) نجات نامہ ۱۶) احکامِ تصویر ۱۷) روحوں کا آنا ۱۸) رسول ﷺ کا علمِ غیب ۱۹) موت سے قبر تک ۲۰) محبوب کی آمد ۲۱) گلستانِ اولیاء ۲۲) ذبحِ ایصالِ ثواب..... مندرجہ بالا کتابیں ملنے کا پتہ: نوری کتاب گھر، معرفت مولانا نعیم الدین رضوی، سیفی نگر، مومن پورہ، ناگپور۔ مہاراشٹرا۔ ☆سنی یوتھ فیڈریشن۔۱۶۷،ڈم ٹھکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔۸ نے انگریزی میں نماز کی کتاب "KITABUS SALAAT" شائع کی ہے۔دس روپئے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔☆حضرت سید آلِ رسول علامہ حسنین میاں نظمی مارہروی صاحب قبلہ کی نئی تصنیف "کیا آپ جانتے ہیں" (اسلامی معلومات کا خزانہ) شائع ہو گئی ہے۔ہدیہ سو روپئے۔حاصل کرنے کا پتہ: فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ☆عاشقانِ خواجہ کمیٹی، محفل رونقِ قادریہ خدامِ غوثیہ۔۶۸، گھوگھاری محلہ، ممبئی۔۳ نے مولانا انیس احمد نوری (سکھر۔پاکستان) کی کتاب "شادی کا تحفہ" شائع کر دی ہے۔☆ تحریک فکر رضا نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا رسالہ "مسائلِ زکوٰۃ" کا انگریزی ترجمہ THE NECESSITY OF ZAKAT شائع کر دیا ہے ۵، روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کریں۔ ☆حضرت سیّد آلِ رسول حسنین میاں برکاتی مارہروی کی تازہ تصنیف "گھر آنگن میلاد" شائع ہو گئی ہے۔ ☆انڈین اسلامک مشن۔۸۲، زکریا مسجد اسٹریٹ، معین منزل، دوسرا منزلہ، روم نمبر ۲۰۲، ممبئی۔۹ نے چار انگریزی کتابیں شائع کی ہیں ۱) THE NOVELTIES ("نئی نئی باتیں" کا انگریزی ترجمہ) مصنف: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۲) WOMEN AND VEIL ("عورت اور پردہ" کا انگریزی ترجمہ) مصنف: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۳) SALUTATION AND ADORATION ("سلام و قیام" کا انگریزی ترجمہ) مصنف: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۴) RIGHTS OF PARENTS ("حقوق العباد" کا انگریزی ترجمہ) مصنف: امام احمد رضا قادری

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
- علماءِ اہلِ سنّت وجماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج واشاعت میں دِن رات کوشاں رہنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
- اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
- ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار رہو گا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی